

122

تاریخ الامت

جلد ہفتم

آل عثمان

علامہ محمد اہم صاحب حیرا چوئی

شائع کردہ

ادارہ طلوع اسلام کراچی

DATA ENTERED

۲۹۷۵۹

۱۰۱۱

۱۰۷۰۷۰۷

فہرست تاریخ الامت

جلد ہفتم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰	وفات	۱۰	دیناچہ
۱۳	اورخاں	۱۳	آل عثمان
۱۴	انکشاریہ	۱۴	ارطغرل
۱۸	فتوحات	۱۸	غازی عثمان
۱۸	داخلہ یورپ	۱۸	مال خاتون
۲۰	وفات	۲۰	قراچہ حصار
۲۰	مراد اول	۲۰	بیلرچک
۲۱	فتح ادرنہ	۲۱	استقلال
۲۲	مغربی حملہ	۲۲	بردصہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۰	وفات	۳۲	نشان ہلال
۶۱	بایزید ثانی	۳۲	فتوحات
۶۲	فتوحات	۳۴	وفات
۶۳	یورپ	۳۸	بایزید ایلدرم
۶۴	اندلس	۳۹	فتوحات
۶۵	عزالت	۴۰	معرکہ نیلسی
۶۶	سلیم اول	۴۳	تیمور لنگ
۶۶	شاہ اسمعیل	۴۴	نزاع تخت
۶۷	فتح مصر	۴۶	محمد اول
۶۸	خلافت	۴۶	پیر تلچہ
۶۹	یورپ	۴۹	مراد ثانی
۷۱	سلیمان اعظم	۵۰	فتوحات
۷۱	بغاوت	۵۱	موتیاد
۷۱	فتوحات	۵۵	محمد ثانی فاتح
۷۲	رودس	۵۵	فتح قسطنطنیہ
۷۲	کریبا	۵۸	دیگر فتوحات

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۶	دیگر ذمہ داریاں	۷۳	ہنگری
۸۷	یورپ	۷۳	دیانا
۸۸	محمد ثناء اللہ	۷۴	بیتداد
۹۰	احمد اول	۷۴	الجزائر
۹۱	شاہ عہد کس	۷۵	ہند
۹۱	یورپ	۷۵	جزائر بحر ہند
۹۲	مصطفیٰ اول	۷۶	فرانس
۹۵	عثمان ثانی	۷۷	طہا سب
۹۷	مراد راج	۷۷	وفات
۹۷	بیتداد	۷۹	اولاد
۱۰۰	ابراہیم	۸۰	سیلم ثانی
۱۰۲	محمد راج	۸۳	بین
۱۰۳	کوپرٹی	۸۳	تبرہ
۱۰۴	مقدس عہد	۸۳	ترکی بیڑہ
۱۰۶	سیلم ثانی	۸۵	مراثی اللہ
۱۰۸	احمد ثانی	۸۶	فرانس

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۸	ایران	۱۰۹	مصطفیٰ ثانی
۱۲۸	کریمیا	۱۰۹	محاربات
۱۲۹	مصر	۱۱۰	مسئلہ شرقیہ
۱۲۹	روس و آسٹریا	۱۱۳	احمد ثالث
۱۲۹	دقات	۱۱۳	پیر اعظم
۱۳۰	سلیم ثالث	۱۱۵	ایران
۱۳۰	روس و آسٹریا	۱۱۷	محمد اول
۱۳۱	اصلاحات	۱۱۷	نادر شاہ
۱۳۲	پولین	۱۱۸	روس و آسٹریا
۱۳۶	معزولی	۱۱۸	فرانس
۱۳۷	مصطفیٰ رابع	۱۲۱	عثمان ثالث
۱۳۸	یاران روسیہ	۱۲۳	مصطفیٰ ثالث
۱۳۹	محمد ثانی	۱۳۳	روس
۱۳۹	روس	۱۲۵	مصر
۱۴۰	نجد	۱۲۷	عبدالحمید اول
۱۴۲	علی پاشا	۱۲۷	روس

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۲	حسن چرخس	۱۴۳	انکشاریہ
۱۵۳	دماغی حلال	۱۴۳	یونان
۱۵۴	عبدالمجید ثانی	۱۴۴	الجزائر
۱۵۴	دستور	۱۴۴	تربیا
۱۵۴	جنگ یونان	۱۴۴	مصر
۱۵۵	معاهده برلن	۱۴۵	وفات
۱۵۶	تبرع	۱۴۶	عبدالمجید اول
۱۵۶	تونس	۱۴۶	اصلاحات
۱۵۷	اعرابی پاشا	۱۴۷	روس
۱۵۷	ہدی سوڈانی	۱۴۷	درد
۱۵۸	نشودہ	۱۴۸	وفات
۱۵۸	روم، ایلی شرقی	۱۴۹	عبدالعزیز
۱۵۸	آرمینیا	۱۴۹	سفری یورپ
۱۵۹	کریٹ	۱۵۰	ابتدی
۱۵۹	اتحاد ترقی	۱۵۱	معزولی
۱۶۰	معزولی	۱۵۲	مراد خامس

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۷۳	عبدالحمید ثانی	۱۶۲	محمد خاں
۱۷۵	غازی مصطفیٰ کمال	۱۶۲	طرابلس
۱۷۸	تاریخ عثمانیہ پر ایک نظر	۱۶۳	بلقان
۱۷۹	سلطنت	۱۶۳	وقد انصاری
۱۸۰	خلافت	۱۶۳	جنگ عمومی
۱۸۲	ولیعہدی	۱۶۴	عربی بغاوت
۱۸۴	نظام مملکت	۱۶۶	عبدالوحید
۱۸۵	ترک	۱۶۷	یونانی تمل
۱۸۵	اسلام	۱۶۸	دینی تحریک
۱۸۶	روداداری	۱۷۰	معاہدہ ماسکو
۱۸۸	ترکی ادب	۱۷۰	ترکستان
۱۹۰	انقلاب	۱۷۱	لوزان کانفرنس
۱۹۲	اسباب زوال	۱۷۲	جمہوریت

۸
بانتھکائیے

پیش لفظ

تاریخ الامت کے پہلے چھ حصے اس سے پیشتر شائع ہو چکے ہیں۔ اب اس کا ساتواں حصہ ہدیہ ناظرین ہے۔ جس میں خلافت عثمانیہ رٹری کی تک کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد الغارِ خلافت اور قیامِ جمہوریت تک کے حالات بھی اس جلد میں آگئے ہیں۔ لیکن ٹرکی کے جمہوری دور اور مملکتِ اسلامیہ کے حصے سخرے ہو جانے کے بعد ان کے چھوٹے پھوٹے آزاد و نیم آزاد ممالک کی تاریخ نہیں لکھی جاسکی۔ اگر ایسا ہو سکتا تو یہ تاریخ موجودہ دور تک کی مکمل تاریخ ہو جاتی۔ لیکن اس اڈیشن کی اشاعت کے وقت اس تاریخ کے مصنف علامہ حافظ محمد اسلم جیرا چوری رحمۃ اللہ علیہ ہم سے جدا ہو چکے ہیں۔ اس لئے اب ان کی کتاب میں یہ داستان یہیں تک لہے گی۔ بہر حال تاریخ الامت کی اس ساتویں جلد کے ساتھ مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ تاریخ مکمل ہو جاتی ہے۔

اس کے اگلے حصہ میں مصنف مرحوم نے اس تمام تاریخی دور میں ایک نہایت چچا تلاما عالمانہ محاکمانہ فرمایا ہے اور امت میں علمی، سیاسی اور دینی اعتبار سے جو تبدیلیاں ظہور پذیر ہوتی رہی ہیں ان کا تذکرہ کر کے مسلمانوں کے مشہور فرقوں کا تفصیلی حال لکھا ہے۔

یہ کتابیں جلد ۱ اب زیر کتابت ہے اور جلد ۲ شائع ہو جائے گی۔ وید

التوفیق.

ناظم ادارہ طلوع اسلام
کراچی

فروری ۱۹۵۷ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

تاریخ الامت کا سآواں حصہ شائع کیا جاتا ہے اور اسی پر یہ سلسلہ ختم ہے میرا خیال تھا کہ آٹھواں حصہ بھی لکھوں گا۔ جس میں امت کی پوری تاریخ پر اسلامی نقطہ نظر سے ایک تنقیدی نگاہ ڈالوں گا۔ لیکن سرورست اس خیال کو میں نے مختلف وجوہ سے ملتوی کرنا مناسب سمجھا۔

اس حصے میں سلاطین و خلفاء عثمانیہ کے ابتدائے لے کر آج تک کے حالات لکھے گئے ہیں۔ تاریخ الامت کے دوسرے حصوں کے تناسب سے اس حصے کو بھی میں نے نہایت اختصار کے ساتھ مرتب کیا۔ ورنہ ان سلاطین میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کی سوانح عمریاں تفصیل سے لکھی جائیں۔ تو اس کتاب سے بڑی ہو سکتی ہیں۔ اس کو آل عثمان کی محض تاریخ سمجھنا چاہیے۔

ترکوں کے عالی شان اسلامی کارناموں اور نیز اس دل چسپی کے لحاظ سے جو مسلمانان ہند کو نصف صدی سے ان کے ساتھ رہا ہے۔ اردو ...

زبان میں بہت کچھ ان کے متعلق لکھا جاتا چلے بیٹے تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ بجز دو ایک انگریزی کتابوں کے ترجموں کے ان کی تاریخ میں کوئی مستقل تصنیف اب تک شائع نہیں ہوئی۔ اس لئے یہ کتاب فی الجملہ اس کمی کو پورا کرے گی۔

اس حصے کی تالیف میں چھوٹی بڑی متعدد ترکی تاریخیں جو عربی زبان میں مجھ کو مل سکیں ہیں نے پیش نظر رکھیں۔ ان میں سے محمد فرید بک مصری کی تاریخ الدولۃ العلیٰ العثمانیہ جو ۱۳۱۱ھ میں مصر میں چھپی ہے مجھ کو زیادہ قابل اعتماد معلوم ہوئی۔ کیونکہ وہ اہل بصیرت و رجال سیاست میں سے تھے۔ اور انہوں نے یہ تاریخ کوشش اور تحقیق کے ساتھ لکھی ہے جس میں جملہ معاہدات ترکی کے تراجم بھی حسب موقع درج کر دیئے ہیں۔

دوسری کتاب تاریخ الأتراك العثمانيين بھی پسند آئی جس کو حسین لیبب مصری نے انگریزی سے نہایت خوبی کے ساتھ عربی میں ترجمہ کر کے ۱۳۳۵ھ میں شائع کیا ہے۔ اس میں علاوہ تفصیلی معلومات کے حسن ترتیب بھی ہے جس کی دوسری عثمانی تاریخوں میں کمی ہے۔

مختصرات میں سے شیخ شاکر حنبلی کی تلخیص التاریخ العثمانی میں نے تخت کی جو ۱۳۳۱ھ میں دمشق سے شائع کی گئی ہے۔

ان کتابوں میں بالہوم سن عیسوی استعمال کیا گیا ہے۔ اور میں نے شروع سے تاریخ الامت میں سن ہجری لکھنا چلا آتا ہوں۔ اس لئے ممکن ہے کہ مطابقت

دینے میں کہیں کچھ فرق پڑ گیا ہو نیز یورپین اشخاص، مقامات اور ملکوں کے ناموں میں بھی بوجہ اس کے کہ میں نے عربی سے لے لیے ہیں مردجہ ناموں سے اختلافات پڑ گئے ہوں چونکہ ان سے تاریخی واقعات پر زیادہ اثر نہیں پڑتا۔ اس وجہ سے میں نے ان کی تصحیح کی طرف جو بالفعل میرے لئے مشکل تھی۔ توجہ نہیں کی۔ مگر امید ہے کہ بشرط حیات آئندہ طباعت میں انہیں درست کر سکوں گا۔

(۳) میں کئی بار اس امر کو پہلے حصوں میں بھی ظاہر کر چکا ہوں کہ میری یہ کتاب تعلیمی ہے نہ کہ علمی، اس لئے صرف سیاسی تاریخ وہ بھی نہایت اختصار کے ساتھ لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں، کیونکہ میرے نزدیک منازل تاریخ سے واقفیت سیاسی ہی حالات سے ہوتی ہے کہ وہی اصل ہے۔ اور علمی اور تمدنی شعبے فردعات ہیں۔ بعض لوگ جو اس مختصر میں سب کچھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور جب نہیں پاتے تو زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ وہ غالباً میرے اس معروضے کو پیش نظر نہیں رکھتے۔ اگر اس کتاب میں ہر قسم کی تفصیل میں لکھنے لکھتا تو ایک تاریخی عہد سے بھی عہدہ برآ نہ ہو سکتا۔ فقط۔

محمد اسلم جبراجپوری
جامعہ طیبہ اسلامیہ۔ دہلی

یکم رجب ۱۳۲۸ھ

آل عثمان

دولت عثمانیہ کی بنیاد ایک ترکی قبیلہ کے ہاتھ سے پڑی جو وسط ایشیا کے مقام تانی کا باشندہ اور ادغوز کے لقب سے مشہور تھا۔ چنگیز خاں کے حملہ میں سواحل جیحوں کے قبائل جب خوف سے اپنے اپنے مسکن چھوڑ کر نکل بھاگے۔ اس وقت یہ قبیلہ بھی ترکستان کے شہر ماہان میں آیا۔ پھر آرمینیا کے شہر اخلاط سے ہوتا ہوا ارزنجان میں پہنچ کر قیام پذیر ہوا۔ وہاں سات سات سال گزار کر ^{۶۲۶ھ} میں جب چنگیزی فتنہ فرو ہو گیا اپنے وطن کی طرف واپس چلا۔ رات میں فرات سے عبور کرتے ہوئے ان کا سردار سلیمان غرق ہو گیا۔ اس کی نعش دریائے نکال کر ساحل پر اس جگہ دفن کی گئی جو آج تک ترک مزاروں کے نام سے مشہور ہے۔ سلیمان کے چار بیٹے تھے۔ ترکی دستور کے مطابق قبیلہ ان چاروں میں منقسم ہو گیا۔ ان میں سے دو باپ کی نیت کے مطابق وطن کو چلے آئے، اور

دو ارطغرل اور دو دندار معہ اپنے ساتھیوں کے جو دو ہزار نفوس سے زائد تھے
ایٹائے کوچک میں سلجوقیوں کے سایہ میں پناہ گزیں ہونے کے ارادے سے
چلے۔ صحرائے پامین اور سورمہ لی سے گذر کر ارطغرل نے زمین کی درخواست
کے لئے اپنے بیٹے کو سلجوقی بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور خود قلعے کے
ساتھ رہا۔

اتنا سے راہ میں ایک دن جب کہ ایک میدان سے گذر رہا تھا دیکھا
کہ دو فوجیں آمادہ پیکار ہیں۔ جن میں سے ایک زبردست ہے اور دوسری
مزدور۔ ارطغرل کی حمیت شجاعت جوش میں آگئی۔ وہ اپنے قبیلے کے جنگ
آوروں کے کہ جن کی تعداد تقریباً پانچ سو تھی، مزدور کی حمایت کو بڑھا۔ اور
اس بہادری سے لڑا کہ فتح حاصل کی۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ جس فریق کی اس
نے امداد کی ہے، خوش قسمتی سے وہ علاء الدین کے قیاد پر ملک شاہ سلجوقی
کی فوج ہے۔ اور جن کو شکست دی ہے، وہ تاتاری ہیں۔

سلطان علاء الدین نے اس کارنامے کی وجہ سے ارطغرل پر
شاہانہ نوازش فرمائی۔ قبضہ سکودرا اور طویانج کا سرسبز اور زرخیز

قطعہ آراضی جو دریائے سکاریہ کے کنارے رومی سرحد کے متصل واقع تھا۔
اس کو جاگیر میں عطا کیا۔ اور "اوج بک" خطاب کے ساتھ ان حدود کا پ
دار مقرر کر دیا۔

دومی سلطنت کا پایہ تخت استطنیہ تھا۔ ایشیائے کوچک اور اناطولیہ میں اس کے بہت سے قلعے تھے جن میں رومی قلعہ دار رہتے تھے۔ اور تکفور پورے جاتے تھے۔ اور طغرل کی ان کے ساتھ سلسلہ وار جنگ شروع ہوئی جن میں اس نے پے در پے فتوحات حاصل کیں اور اپنی شجاعت اور شہامت کا سکھ بھادیا جس سے رومیوں پر اس کی ہیبت غالب ہو گئی۔ اس ناموری کی وجہ سے ترکی قبائل جو اس سے پہلے سلجوقیوں کے ساتھ اس علاقہ میں آئے تھے اس کے پاس آگئے۔ اور اس کے لوا متظفر کے نیچے جنگ و جہاد میں جوش و خروش کے ساتھ شریک ہونے لگے۔

سلاجقہ کی یہ سلطنت جس کی بنیاد سلطان قطلش کے ہاتھوں ۱۰۹۰ء میں پڑی تھی۔ چھٹی صدی ہجری میں ملک شاہ اور قلیج ارسلان کے زمانوں میں شوکت اور قوت میں نامور تھی اور ایشیائے کوچک، شام، جزیرہ آرمینیا، نیر ایران کا بھی ایک حصہ کے زیرِ فرماں تھا۔ لیکن اندرونی اختلاف اور امراء کی بغادتوں اور خود مختاریوں سے اس کی قوت روز بروز مضجمل ہوتی گئی۔ ایک طرف سے تاتاریوں نے پے در پے حملے کر کے اس کے شمالی اور مشرقی حصے پر قبضہ کر لیا تھا۔ دوسری طرف سے رومیوں نے ایشیائے کوچک اور اناطولیہ کے اکثر علاقے واپس لے لئے تھے، جس کی وجہ سے یہ سلطنت نیم جان ہو رہی تھی۔

علامہ الدین شاہ فوجی نے ایسے وقت میں ارطغرل اور اس کے قبیلے کو جو
 قدیم سلاجقہ کی طرح دین کی مدد اور جہاد کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے،
 اپنے واسطے قوت اور شوکت کا ذریعہ سمجھا۔ ان کی فتوحات کی خبریں سن کر خوش
 ہوتا تھا۔ اور ان کے ساتھ ہر قسم کی مراعات کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اپنی لڑائیوں میں
 بھی سب سے زیادہ انہیں پر اعتماد کرنے لگا۔ چنانچہ بنی شیر میں جو جنگ ہوئی تیس
 میں تاتاری اور زوی متحد ہو کر علاء الدین پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اس میں اس
 کی بہترین فوج ارطغرل اور اس کے قبیلہ ہی کی تھی، جنہوں نے اپنی بہادری
 اور جنگی ہمارت سے دشمنوں کو شکست دے کر بھاگا دیا۔ علاء الدین نے اس
 صلے میں اس شہر کو بھی ارطغرل کی جاگیر میں دے دیا۔ اس کے کل علاقہ کا
 نام امارت سلطونی رکھا۔ اور اس کو مقدمہ الجیش کا پہلا سالار مقرر کیا۔
 یہ علاقہ ایک وسیع پرگنہ تھا جس میں کثرت سے سرسبز چراگاہیں اور
 ہری بھری دادیاں تھیں۔ بڑے حصے میں گیہوں کی کاشت ہوتی تھی۔ اور
 جا بجا انگور کے باغات اور خوشنما مناظر تھے۔ جن کو دیکھنے کے لئے لوگ دور
 دور سے آتے تھے۔ متعدد قلعے بھی تھے۔ مثلاً کاروچا حصار، بلد کوچک اور اتنی
 وغیرہ اور کئی شہر اور قصبے تھے۔ جن میں سے اس کے شہر سیدی غازی اور
 سکود شہور تھے۔

اطراف و جوانب میں جو قلعہ نشین امراء سلجوقیوں سے خود مختاری

کا اعلان کر چکے تھے۔ ان کے علاقوں پر بھی ارطغرل نے حکم سلطان نذر کر قبضہ
کر لیا۔ اس طرح اس کے مقبوضات کا دائرہ وسیع تر اور امراء دولت میں اس
کا رتبہ فائق ہو گیا۔

۱۳۸۷ء میں ارطغرل نے ۶۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس کا
کے متقبل دفن ہوا۔

غازی عثمان خان

۶۵۶ھ میں جس میں تاتاریوں نے حضارۃ اسلام کے مرکز بغداد کو تباہ اور خلافت عباسیہ کو غارت کیا۔ اوطغرل کا بڑا بیٹا عثمان پیدا ہوا تھا۔ اسی کے ہاتھوں عثمانی سلطنت کی بنیاد پڑی۔ جس نے اسلام کی وہ خدایات کیں جس کی توقع خلافت عباسی سے بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

عثمان نے اپنے باپ کے ساتھ جنگ و جہاد میں تربیت پائی تھی، اور نوجوانی ہی میں جا بجا معرکوں میں ناموری حاصل کر لی۔ باپ کے مرنے کے بعد سلطان غیاث الدین کے حکم سے قید کی زیارت اسی کو ملی۔ اسی کے نام سے ترک آج تک اپنے آپ کو عثمانی کہتے ہیں۔ اور اس کی بہادری اور شہ سواری کی داستانیں اپنی محفلوں میں گاتے ہیں۔

اسکی شہر کے متصل مقام ایترونی میں ایک صاحب علم
مال خاتون | اردشن ضمیر بزرگ کہتے تھے جن کا نام ادب عالی

تھا۔ دیار کے لوگ ان کی ولایت کے معتقد تھے۔ اور ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ عثمان بھی تو عمری میں ان کی خدمت میں جایا کرتا تھا۔ ان کی ایک ماہ پیکر بیٹی مال خاتون نامی تھی جس کے ساتھ عثمان کو ولی محبت پیدا ہو گئی اس نے شیخ مذکور کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ مگر انہوں نے اپنی درویشانہ اور عثمان کی امیرانہ حالت کا فرق دیکھ کر قبول نہ کیا۔

عثمان کے قلب پر عشق کا غلبہ مہرولی نہ تھا۔ اس نے طے کر لیا کہ سوائے مال خاتون کے اور کسی عورت سے وہ شادی نہ کرے گا۔ اتفاقاً اسی درمیان میں اس نے خواب دیکھا کہ شیخ کے سینے سے ایک ہلال نکل کر بلند ہوا اور پھر کامل بن کر میرے آنکھوں میں اتر آیا۔ پھر اس سے ایک درخت نکلا جس کی شاخیں بہر و بحر دشت و جبل پر چھا گئیں اور اس کی پتیاں لٹکی ہوئی تلواروں کی طرح ہوا کے جھونکوں سے قسطنطنیہ کی طرف بڑھنے لگیں۔ اس کو شیخ سے بیان کیا۔ انہوں نے اس میں مبارک نالی کی تعبیر دیکھ کر مال خاتون کو اس کے نکاح میں دے دیا۔ لکن بنابر شہر کے والی نے کہ وہ بھی عثمان کی طرح مال خاتون کا خواہاں تھا۔ اور اس کے باپ کے پاس پیغام نکاح بھیج کر ناکام رہا تھا۔ رتک رقابت میں عثمان کو ایک قصر میں محصور کر لیا۔ اور چاہا کہ قتل کر ڈالے۔ لیکن عثمان اپنے رفیقوں کے ساتھ بہادری سے حریفوں کے زعمے باہر نکل آیا۔ اور گلے میدان میں لڑ کر ان کو شکست دی۔ والی

مذکورہ بھاگا۔ مگر اس کے ساتھ ایک یونانی رئیس کو سر میں جانیل نامی گرفتار ہو گیا۔ وہ عثمان کی شجاعت پر اس قدر فریفتہ ہوا کہ مسلمان ہو کر زندگی بھر اس کے ساتھ رہا۔ عثمانی تاریخ میں اس کی اولاد میں جانیل اوغلی کے نام سے شہور ہے۔
مال خاتون کے ساتھ نکاح ہو جانے کی وجہ سے امارت کے ساتھ
دینی اثر بھی شامل ہو گیا۔

تحت ریاست پر بیٹھنے کے ساتھ ہی ۶۸۸ھ میں قراچہ

قراچہ حصار

حصار کے امیر نکولس نے جو مسلمانوں کا سخت دشمن تھا چڑھائی کی عثمان نے اس کو شکست دے کر اس کا حصار بھی اس سے چھین لیا۔ اس کامیابی پر سلطنت کی طرف سے نوح، طبل و علم اور تکیہ کا خطاب ملا۔ تیر جمہور کے خطبوں میں اس کا نام شامل کیا گیا۔ اور اپنے نام کے سکے ڈھالنے کی اجازت اور علاقہ جات مفتوحہ کی امارت بھی عطا ہوئی اس وقت سے عثمان کی حیثیت ایک مستقل رئیس کی ہو گئی۔ اسی سال مال خاتون کے شکم سے اس کا بیٹا اور خاں پیدا ہوا۔

قرب و جوار کے متعدد رومی امیروں نے اس کے ساتھ لڑائیاں کیں لیکن ہر ایک میں عثمان ہی کامیاب رہا۔ اور اس کا مقبوضہ بڑھتا چلا گیا۔

حصار بیلہ چک کے تکفور نے جو بظاہر عثمان سے دوستی

بیلہ چک

رکھتا تھا ۶۹۸ھ میں اپنی بیٹی کی بزم عروسی میں اس کو

شہزادہ کی دعوت دی۔ اور درپردہ یہ سامان کیا کہ گرفتار کیے۔ کورہ میں جیل
 ہے جو خرمین قبا کی امارت پر تھا۔ عثمان کو اس سے آگاہ کر دیا۔ اس لئے وہ چاہی
 بادروں کو ساتھ لے کر جن کی قباؤں کے نیچے اسلو تھا۔ شادی کی محفل میں گیا
 ہاں جب غدر کا اندازہ دیکھا۔ تو اسی وقت قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ عروس کو بھی
 اس کا نام نیلو فر تھا، اپنے ساتھ لایا۔ اور جب اور خاں جوان ہوا۔ تو اس
 کے ساتھ بیاہ دیا۔

شہزادہ میں جب تاتاریوں کے ہاتھوں قورہ کی
استقلال سلطنت مٹ گئی۔ اور وہاں کا آخری سلجوقی تاج
 دار علاء الدین ثانی مارا گیا۔ اس وقت طوائف الملوک پھیل گئی۔ اور ہر حصے
 کا امیر خود مختار ہو گیا۔ عثمان نے بھی اپنے استقلال کا اعلان کیا۔ اور کی شہر
 کو پایہ تخت بنایا۔

اسکے ارد گرد متعدد مستقل امارتیں تھیں۔ قرہ سی، صاروخاں، آیدین
 نشار، ساحل بحر متوسط پر، تک، حمید، قرہ مان، اسفندیار، بحر اسود پر، ارد
 کر میاں، ان میں سے امیر قرہ مان طاقت ور تھا۔ لیکن عثمان نے اس کو
 بھی شکستیں دیں۔

بیزنطینی سلطنت کو اپنے قرب میں یہ بڑھتی ہوئی طاقت کانٹے کی
 کھشکی تھی۔ چنانچہ اعلان استقلال کے ساتھ ہی قسطنطنیہ سے ایک

فوج گراں اس کے ہستیصال کے لئے بھیجی گئی۔ عثمان نے بڑھ کر توہینوں کے حصار کے متصل صف آرائی کی، سخت معرکہ ہوا جس میں رومیوں نے ہزیمت اٹھائی اور بھاگے، ترکوں نے تعاقب کر کے ان کو مارا اور مقام استادرو میں تک قبضہ کر لیا۔

رومیوں نے تاتاریوں کو ساتھ لے کر دوبارہ فوج کشی کی۔ اقدقراچہ کے حصار کے سامنے پھر شکست کھائی۔

عثمان نے ایشیائے کوچک کے جملہ رومی امراء کے **برودہ** پاس اعلان بھیج دیا کہ اسلام جزئیہ یا جنگ ان

تینوں میں سے جو عورت چاہو اختیار کر لو۔ بعض مسلمان ہوئے۔ بعضوں نے جزئیہ دینا منظور کیا۔ لیکن اکثر تاتاریوں سے مدد لے کر جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ عثمان نے اپنے بیٹے اور خاں کی قیادت میں ایک لشکر جہاز تیار کیا جس میں کہ میخائیل بھی تھا۔ دشمنوں کو جا بجا شکست ہوئی، آخر میں ۱۰۷۱ء میں برودہ پر محاصرہ کیا۔ پورے دس سال کے بعد اہل قلعہ قبضہ کے حکم سے ایک رات کو نکل بھاگے۔ اور ۱۰۷۲ء میں ترکی فوج اس میں داخل ہو گئی۔

۱۰۷۱

غازی عثمان نے فتح برودہ کی خوش خبری موت کے بستر پر **وفات** پرستی اور حیب اور خاں اس کو دیکھنے کے لئے پہنچا۔ تو اس کو

وصیت کی اور کہا۔

میں مرتا ہوں مگر مجھ کو اپنے مرنے کا غم نہیں ہے۔ کیونکہ تم جیسے
 لائق بیٹے کو اپنی جگہ پر چھوڑتا ہوں جو میری قائم مقامی مجھ سے
 بہتر کر سکتا ہے۔

دیکھو! ظاہر اور باطن میں اللہ کا تخت رکھنا۔ اور عدل گستری کو
 اپنا شہرہ بنانا کہ اسی سے سلطنت کی بنیاد مضبوط رہتی ہے۔
 رحم کرتے رہنا۔ کیونکہ ہمارے رب کی صفت رحیم ہے۔ حقوق
 کے معاملے میں توی اور ضعیف کو یکساں سمجھنا۔ شریعت کو رائج
 کرنا اور کتاب و سنت کے مطابق عمل کرنا۔ اگر میری اس وصیت
 پر عمل کرینگے۔ تو تم ان اولیاء میں سے ہو جاؤ گے جو رضائے الہی
 سے کامیاب ہوتے ہیں۔

اسی کے ساتھ یہ بھی کہا کہ بروعد کو پایہ تخت بنانا۔ اور وہیں مجھے دفن کرنا۔
 ۱۲ رمضان ۱۰۲۷ھ میں عثمان نے وفات پائی۔ اور حسب وصیت بروعد
 میں لے جا کر دفن کیا گیا۔

غازی عثمان، شجاع، عاقل اور نرم جو تھا۔ دشمن کے لئے جس قدر سخت
 تھا۔ رعایا کے لئے اسی قدر ہر بان۔ اس کے عدل و انصاف سے ملک میں
 امن و امان قائم تھا۔ اور مسلم، یہودی، عیسائی سب اس کے ظل حمایت میں

آرام و آسائش سے زندگی بسر کرتے تھے۔

اس میں وہ تمام اوصاف تھے جو بائبیاں دولت اور موسیٰ سلطنت میں ہوا کرتے ہیں۔ رعایا اور بالخصوص عثمانیوں میں وہ حد سے زیادہ محبوب تھا۔ اس کا علم اور اس کی شہرت کی سلطنت کے تحفہ خانے میں اب تک محفوظ ہے۔ جو ہر عثمانی سلطنت کی تخت نشینی کے موقع پر تبرکاً اس کی کمر سے باندھی جاتی تھی۔ اسکی دعا کی جاتی تھی کہ اس کو بھی اللہ تعالیٰ عثمان جیسا اقبال مند بناوے۔

اورخاں

غازی عثمان کا بڑا بیٹا علامہ الدین پاشا تھا۔ لیکن اس کا میلان زہد اور عزت گزینی کی طرف تھا۔ اسی وجہ سے عثمان خاں نے اورخاں کے لئے سلطنت کی وصیت کی جو محابات میں اس کے ساتھ رہتا تھا۔ چنانچہ باپ کی وفات کے بعد وہی تخت نشین ہوا اور علامہ الدین نے بھی کسی قسم کی مخالفت نہیں کی، اورخاں نے اس کو صدر آرمی عظمیٰ کے منصب پر مامور فرمایا۔ جس میں وزارت کے ساتھ فوج کی سپہ سالاری بھی شامل تھی۔ لیکن اس نے اپنی تمام تر توجہ اندرونی انتظامات کی طرف

لے پیسے پاشا سنا عین کی اولاد کے لئے مستعمل تھا۔ جب امراء کو یہ خطاب ملنے لگا تو شہزادوں نے چلی ہکے جانے لگے آخر میں ان کے لئے ہندوئی کا لقب مخصوص کیا گیا۔

مصروف کی۔ اور بیرونی جنگوں کے لئے اور خاں کو آزاد چھوڑ دیا۔

علاء الدین عاقل اور منتظم تھا۔ سب سے پہلے اس نے عثمانی نسل قائم

کی جس میں سونے چاندی اور تانبے کے سکے ڈھالنے شروع کئے۔ درنہ اب

تک قدیم سلجوقی سکے مستعمل تھے۔ اس کے بعد قوچی نظام کی طرت رخ کیا۔

قوچ کی حالت یہ تھی کہ عثمانی ترکوں، سلطان کے پروردوں، نیز رضا کاروں

کی جماعت، سوار اور پیادہ بروقت ضرورت جنگ کے لئے جمع ہو جاتی اور

پہلے میں سلطان کو لئے پھرتے ایک بے قاعدہ جھنڈ کی طرح میدان میں پہنچ

کر لڑتی۔ اور لڑائی ختم ہونے کے بعد اپنے اپنے مقامات کو واپس چلی جاتی۔

علاء الدین نے خواہ دار قوچ، سوادہ اور سوار دونوں قسم کی ملازم رکھی۔ تاکہ وہ

ہر وقت جنگ کے لئے تیار رہے۔ دس دس، سو سو، اور ہزار ہزار سپاہیوں

پر چھوٹے چھوٹے بڑے امراء مقرر کئے جو ان کو باقاعدہ فن سپہ گری اور

اصول جنگ کی مشق کرائیں۔

اس نظامی قوچ کی عظمت اس قدر بڑھ گئی کہ سلطنت کی اصلی

طاقت یہی بن گئی۔ اور ملک کی غیر نظامی جماعت حقیر ہو گئی۔ اس لئے اور خاں

کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ یہ اگر کسی کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ تو وہ کس

طاقت سے اس کا مقابلہ کر سکے گا۔

اور خاں نے علاء الدین پاشا ٹیڑھ اپنے خاندان کے ایک تجربہ
انکشاریہ کا مدبر قرہ خلیل سے اس خیال کو ظاہر کیا۔ آخر الذکر نے یہ
 تجویز پیش کی کہ عیسائی اسیران جنگ میں سے جو نوجوان مسلمان ہو جائیں ان
 کا لشکر ترتیب دیا جائے۔ چونکہ سلطان کے سوا کوئی ان کا مربی نہ ہوگا۔ اس
 وجہ سے ان میں کسی خاندان یا قبیلہ کی عصبیت پیدا نہ ہوگی۔ اور نہ ان سے
 کسی قسم کا خطرہ ہوگا۔ سلطان کو یہ تجویز پسند آئی۔ اور اس نے اس کے نفاذ
 کا حکم دیا۔ اس قسم کی پہلی فوج جو مرتب ہوئی، برکت لینے کی غرض سے حاجی
 بکطاش کی خدمت میں بھیجی گئی۔ جو اس زمانے میں طریقت کے محترم بزرگ
 سمجھے جاتے تھے۔ شیخ حاجی نے اس کے لئے دعا کی۔ اور اس کا نام بنی شاریما
 رفوج جدید رکھا۔ جو ترکی میں بچپاری لکھا جاتا ہے۔ اور عربی میں انکشاری
 شیخ مذکور کی تقلید میں انکشاریہ نے اپنی ٹوپی ادبھی اور سفید رکھی۔ اور اس
 کو اپنی خاص علامت قرار دیا۔

سلطان نے اس فوج کی تربیت اور ترقی کا بہت خیال رکھا۔ نموداروں
 کے علاوہ زمینیں بھی ان کو جاگیروں میں دیں۔ اور خطابات اور القاب سے
 ممتاز کیا۔ ہر سال ایک ہزار نوجوانوں کی بھرتی ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ
 اس کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ اور جنگ و جہاد کا مدار اس پر ہو گیا۔ چنانچہ
 عثمانی فتوحات اور مقبوضات کا دائرہ انھیں کے ہاتھوں بڑھا۔ زمانہ

بعد میں اس کا شمار پانچ لاکھ تک پہنچ گیا تھا۔ اور عیسائی سلطنتوں کے لئے اس کی قوت ایک عظیم الشان خطرہ بن گئی تھی۔ لیکن آخر میں اس نے اپنے حدود سے آگے اپنے قدم بڑھا دیئے۔ اور سلطانی احکام سے مراد اختیار کرنا شروع کیا۔ جس کی وجہ سے سلطان محمود ثانی نے رمضان ۱۲۲۱ھ میں اس کے سرغزوں کو قتل کر کے اس فوج کو ہمیشہ کے لئے توڑ دیا۔

اور خاں نے باپ کی وصیت کے مطابق دارالخلافہ بردصہ کو **فتوحات** بنالیا۔ وہاں سے بقیہ ایشیا کے کوچک کوچک کر لئے گئے لئے متعدد لشکر روانہ کئے۔ جنہوں نے ہر جگہ کامیابی حاصل کی۔ خود اس نے ارمینیا پر چڑھائی کی اور اس کو قبضے میں لایا۔ پھر ازبک کا محاصرہ کیا۔ دو سال کے بعد اس میں داخل ہو گیا۔ اور اپنے بیٹے سلطان زوہاں کا دالی مقرر کر دیا۔ مشرق قوموں کے ساتھ اس کا برتاؤ نرم اور عادلانہ تھا۔ وہ ان کے کسی مذہبی یا دینی مسئلے میں دخل نہیں دیتا تھا۔ اعلان کر دیا تھا کہ جو رہنا چاہے امن کے ساتھ رہے۔ اور جو ہجرت کا خواہاں ہو اطمینان کے ساتھ اپنی ملکیت منقولہ وغیرہ منقولہ فروخت کر کے چلا جائے۔

۱۲۳۶ھ میں ریاست قرہ سی کے امیر کی وفات کے بعد اس کے دو بیٹوں میں تخت حکومت کے لئے نزاع واقع ہو گئی۔ سلطان نے اس موقع پر اس کو اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا۔

اور خاں نے بیس سال تک نہایت تندہی اور جانفشانی سے سلطنت کے ہر انتظامی شعبے کو درست کیا۔ تیز جا بجا مدارس، مساجد اور زوایا تعمیر کرائے۔ اور علماء و شعراء کی قیادت سے علم و ادب کو فروغ دیا۔

تخلات دیگر مشرقی فاتحین کے سلاطین عثمانیہ کی یہ خصوصیت رہی کہ کہ وہ محض فتح ممالک کے حریص نہ تھے۔ بلکہ جس قدر ان کے قبضے میں آتا تھا اس میں امن و امان اور پورا انتظام قائم کر لینے کے بعد دوسرے ملک پر آ کر ڈالتے تھے۔ غالباً یہی وجہ ہوئی کہ دیگر شاہی خاندانوں کی بہ نسبت اس خاندان میں مدت دراز تک سلطنت رہ گئی۔

ملکی اور فوجی انتظامات کی درستی سے اور خاں کی طاقت اس قدر بڑھ گئی کہ قیصر قسطنطنیہ اندر دینکولس نے اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اس کے بعد قیصر کاتاکوزینی نے ۱۴۶۶ء میں اپنی زوجہ ان دختر اس شخصت سالہ سلطان کے ساتھ بیاہ دی۔ تاکہ دشمنوں کے مقابلے میں اس سے مدد حاصل کر سکے۔

۱۴۵۶ء میں شاہ سربیا اسٹیفن دوشان نے قبائل **داخلہ یورپ** صقالیہ کو اپنے ساتھ ملا کر بلغاریہ کو فتح کر لیا۔ اور قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔ قیصر یوحنا بالیولاج نے سلطان سے مدد مانگی۔ اس نے ایک جرار لشکر بھیج دیا۔ مگر اسی دوران میں دوشان مر گیا۔ جس کی وجہ سے

اس کی جمعیت متفرق ہو گئی۔ اور ترکی فوج بلا خنگ واپس علی آئی۔ اس موقع پر ترکوں کو رومی سلطنت کی کمزوری اچھی طرح معلوم ہو گئی۔ اس وجہ سے سلطان نے چاہا کہ چند فوجی دستے خفیہ طور پر ہندسے پار اتار کر مغربی ساحل کے کسی مقام پر قابض ہو جائے۔ تاکہ یورپ میں بڑھے مکار راستے سے اس کی تجویز کے مطابق اس کا بڑا سلیمان جو غلام الدین کے انتقال کے بعد سے صدر اعظم تھا۔ رات کو چالیس بہادر ترکوں کو لے کر درہ دانیال سے پار اتار گیا۔ پھر وہاں سے کشتیاں پکڑ کر چین گھنٹوں میں تیس ہزار فوج بندرگاہ تریب پر اتار دی۔ اور ایسالا اور وستور پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت سے ترکوں کا قدم یورپ میں جم گیا۔ اس حملے کے قائد عشی بابا اور غازی فاضل بابا تھے جن کی قبریں گیلی پلی میں زیارت گاہ ہیں۔

۱۶۷۰ء میں سلیمان پاشا صدر اعظم جو ولی عہد تھا۔ شکار میں

وفات گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گیا۔ اس حادثے کا اور خاں کے

اوپر جس کی عمر ۸۲ سال ہو چکی تھی۔ سخت اثر پڑا۔ چنانچہ دو ماہ کے بعد وہ بھی انتقال ہو گیا۔ اور بروصد میں دفن ہوا۔

اور خاں ۳۴ سال حکمراں رہا۔ اس نے ایک طرف اپنی فتوحات سے

سلطنت کا دائرہ وسیع کیا۔ یہاں تک کہ یورپ میں بھی قدم جما دیا اور دوسری

طرف اندرونی انتظامات سے سلطنت کی حالت اسی حدت کر لی کہ ہمسایہ

ممالک پر اس کی ہیبت چھا گئی۔ شجاعت اور فرزانگی کے ساتھ شریعت
 کا تابع اور رفاہ عام کا شیپا بنی تھا، مساجد، مدارس، خانقاہیں، پبل سرائس
 لنگر خانے اور حمام وغیرہ جو اس نے اپنے عہد میں تعمیر کرائے۔ ان کی تعداد
 چار ہزار سے زیادہ تھی۔

مراد اول

اور خاں کے بعد اس کا سب سے چھوٹا بیٹا مراد حسین کی ولادت ۱۷۵۶ء
 میں ہوئی تھی اور حسین کا لقب خدادند گار تھا۔ سریر سلطنت پر آیا۔ ریاست ترقہ مان
 جس کا پایہ تخت انگورہ تھا۔ اس کے رئیس علاء الدین نے موقع دیکھ کر اردگرد کے
 مستقل امراء کو عثمانیوں کی قوت توڑنے کے لئے متفق کر لیا۔ اور ان کے ساتھ
 لے کر چڑھائی کی۔ سلطان مراد نے سب کو شکست دی۔ اور انگورہ پر بھی قبضہ
 کر لیا۔ آخر میں علاء الدین نے اس کے ساتھ صلح کر لی۔ اور اپنی بیٹی اس کے
 نکاح میں دے دی۔

بلقان میں بکھرے لال شاہین نے سلطان کے حکم سے ادرہ
 فتح ادرہ کو فتح کیا۔ موقع کی اہمیت کے لحاظ سے سلطان نے بروصہ کو
 چھوڑ کر اسی کو اپنا مرکز قرار دیا۔ چنانچہ فتح قسطنطنیہ تک عثمانی پایہ تخت وہی رہا۔

آفرینوں سپہ دار نے عثمانیوں کے نام سے دربار اور چمن
مغربی حملہ پر قبضہ کر لیا جس کی وجہ سے ایک طرف قسطنطنیہ حملہ مسیحی

حکومتوں سے الگ اور ہر طرف سے عثمانی املاک سے محصور ہو گیا۔ اور دوسری طرف
 سر بیا۔ بلغاریہ، اور البانیہ کے ساتھ ترکی سلطنت کے حدود مل گئے۔ اس
 وجہ سے ان دولتوں کے فرمانرواؤں نے پاپا اور یانوس خاس کے پاس
 فریاد کی کہ وہ یورپین حکومتوں کو آمادہ کیے کہ ترکوں کے مقابلے میں ہماری
 امداد کریں۔ ورنہ اگر ان کی فتوحات کا سیلاب کوستان بلغاریہ سے آگے
 بڑھا تو کوئی مغربی طاقت اس کی رو کو روک نہ سکے گی۔ اور سب کے لئے خطر
 یکساں ہوگا۔

پاپائے مذکور نے جملہ یورپین بادشاہوں کے پاس خطوط بھیجے اور
 ان کو صلیب کے نام سے اس جنگ کے لئے بڑا بیگناہ کیا۔ سلطان مراد اس
 زمانہ میں شہر بیجا کا محاصرہ کئے ہوئے ایشیائے کوچک میں پڑا تھا۔ شاہ سر بیار
 ادوک جو دوشان کے بعد تخت نشین ہوا تھا۔ اس موقع کو مناسب سمجھ کر پاپائے
 روم کی امداد کا انتظار کئے بغیر ہسپانیا اور منگری سے ایک بڑا لشکر جمع کر کے
 ۱۶۶۶ء میں ادرنہ کی طرف بڑھا۔ ترکوں نے دریائے مر تضا کے کنارے پہنچ کر
 ان پر ایسا شب خون مارا کہ میدان میں کشتوں کے پتے لگا دیئے۔ جو باقی بچے، وہ
 اہتری اور بدحواسی کے ساتھ بھاگ نکلے۔

مراد ایشیائے کوچک میں فتح حاصل کر کے اس کے نظم و نسق کو مکمل کر لینے کے بعد ادرن پہنچا۔ قرہ خیل کو جو فوج میں قاضی تھا خیر الدین پاشا کا لقب دے کر صدر اعظم بنایا۔ اور اس کی مدد سے ملکی معاملات اور سلطنت کے بہات کے انصرام میں مشغول رہا۔ ۱۸۰۷ء میں شاہ سر بیالازار جو اوروک کے قتل کے بعد اس کا جانشین ہوا تھا۔ فرما نروائے بلغاریہ سیسین کو اپنے ساتھ متحد کر کے پھر عثمانیوں کے مقابلے کے لئے آیا۔ لیکن چند معرکوں کے بعد جب ان کو اپنی کمزوری کا یقین ہو گیا تو دونوں نے سالانہ ایک معین خراج منظور کر کے مصافحہ کر لی۔ والی بلغاریہ نے اپنی بہن بھی سلطان کے نکاح میں دے دی۔

اس جنگ کے بعد مشہور عثمانی سپہ سالار لالہ شاہین انتقال کر گیا۔ جس کی جگہ تیمور طاش مقرر ہوا۔ اس نے ترکی سواروں

نشان ہلال

کو جدید نظام کے ساتھ ترتیب دیا۔ اور ان کے مراتب میں بھی اضافہ کیا۔ رومی سلاجقہ کے پرچم پر ہلال تازہ کا نشان ہوتا تھا۔ چونکہ اتر ادرین عثمانیوں نے انھیں کے سایہ میں پناہ لی تھی۔ اور پھر انھیں کے جانشین بھی ہوئے۔ اس وجہ سے انھوں نے بھی اپنے سرخ علم پر ہلال تازہ کا نشان رکھا جو آج تک چلا جاتا ہے۔

ایشیائے کوچک میں ریاست حمید ۱۸۲۷ء میں مقبوضات

فتوحات

عثمانی میں داخل کر لی گئی۔ امیر کر میان نے بھی اپنی بیٹی سلطان کے بڑے بیٹے بایزید کے ساتھ بیاہ دی اور شہر کوتاہیہ کو جہیز میں پیش کیا۔

اسی سال شاہ سر بیا اور بلغاریہ پر حملوں نے خراج ادا نہیں کیا تھا۔ تیمور
طاش نے لشکر کشی کی اور مناستر اور استنب و غیرہ مقامات لئے۔ پھر بڑھ کر صوفیا
کا محاصرہ کیا۔ اور تین سال کے بعد اس میں داخل ہو گیا۔ صدر اعظم عمیر الدین پاشا
نے سدانیک فتح کر لیا۔

ہر چند کہ بیر لٹینی شاہی خاندان کے تعلقات سلطان کے ساتھ اچھے تھے اور
قیصر کے محل کی متوجہ خواتین اس کے نکاح میں تھیں۔ لیکن تبصر یو جتا بالیولاج
در پردہ اس کوشش میں تھا کہ جس طرح ہو سکے۔ اس کو بلقان سے نکال دے
چنانچہ ۱۸۷۷ء میں خفیہ رومانیہ اور پول پ سے امداد کی درخواست کی۔ لیکن
وہاں سے ناکام واپس پلٹا۔ سلطان اس کی اس منافقانہ حرکت سے سخت
مراغہ ہوا۔ اس وجہ سے قیصر نے سلطان کو راضی کرنے کے لئے اپنے تیسرے بیٹے
تھیوڈور کو اس کی خدمت میں بھیج دیا کہ فوج میں داخل کر لیا جائے۔ اس سے
مراد کا ناگزیرہ غضب کسی قدر فرو ہوا۔

اس درمیان میں ایشیلے کو چاک سے اضطراب کی جو خبریں پہنچیں
مراد نے اپنے بیٹے صاروچی کو اپنا قائم مقام بنا کر اس طرف کوچ کیا۔ قیصر کے بیٹے
اندرنگوس نے جو صاروچی کا مصاحب تھا۔ ترغیب و ترہیب دلا کر اس سے
استقلال کا اعلان کرادیا۔ مراد سنتے ہی پلٹا۔ درہ دانیال کو عبور کر کے قیصر کو
بھی ساتھ لیا۔ اور ادرنہ کی طرف بڑھا۔ ترکی نو جس صاروچی کو چھوڑ کر سلطان

کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ اور دونوں نافرمان بیٹے پھرتے گئے۔ مراد نے
صاروہی کی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیر دی۔ اور چونکہ اس کو شبہ تھا کہ
درپردہ اس سازش میں قیصر بھی شریک ہے۔ اس لئے قیصر نے بھی اس
بدگمانی کو رفع کرنے کے لئے اپنے بیٹے کے ساتھ وہی سلوک کیا۔

۱۸۸۸ء میں جب خیر الدین پاشا مر گیا۔ اس وقت امیر قرہ بان نے
یہ خیال کر کے کہ اب مجھے روکنے والا کون ہے۔ انگورہ پر چڑھائی کر دی۔ تیمور
طاش نے پہنچ کر اس کو منع کیا۔ لیکن اس کی بیٹی کی سفارش سے جو سلطان
کے نکاح میں تھی اس کا تصور معاف کر دیا گیا۔ اور اس کی ریاست پھر اس کو دید
گئی۔ مگر سالانہ خراج لگا دیا گیا۔

اسی سال شاہ سر بیبا اور سیسین دالی بلغاریہ نے پھر مل کر حملہ کیا۔ علی
پاشا تیس ہزار فوج لے کر مقابلے کے لئے گیا اور قرطوبہ اور شولہ کو فتح کر لیا اور
سیسین نے بھاگ کر نیکوپلی میں پناہ لی اور وہاں سے لشکر جمع کر کے لایا
مگر شکست کھا کر گرفتار ہو گیا۔ سلطان نے اس کی لجاجت دیکھ کر تصور کو
معاف کر دیا اور اس کی نصف سلطنت بھی چھوڑ دی۔

شاہ سر بیبا نے اب امیر البانیہ کو اپنے ساتھ بلا لیا۔ اور ۱۸۹۹ء میں
قوصہ میں ترکوں کا مقابلہ کیا۔ نہایت ہولناک جنگ پیش آئی جو کئی دن
تک جاری رہی۔ آخر وہ شکست کھا کر گرفتار اور قتل ہوا۔

اس نعرے میں سلطان کے بڑے بیٹے بایزید نے اپنی شجاعت اور
 بہالت کا اظہار کیا کہ اس کا لقب ایلدزم (صاعقہ) رکھا گیا۔

میدان جنگ میں مراد جس وقت زخمیوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس

وفات

وقت ایک نیم زخمی سرنی پایا ہونے اس کو ایسا خنجر مارا کہ جس
 سے وہ جانیر نہ ہو سکا۔ ۶۵ سال کی عمر میں ۱۴۹۱ھ میں وفات پائی۔ نعش
 بروصہ میں لا کر آبائی مقبرہ میں دفن کی گئی۔

بایزید اول (ایلدرم)

میدانِ قیصرہ ہی میں ۷۹۱ھ میں باتفاق ارکانِ دولت بایزید کی سلطنت
 نکاح کی دلالت ۷۹۱ھ میں ہوئی تھی اسنان کیا گیا۔ چونکہ اس کا بھائی یعقوب
 چوہلی بڑا اس سے عمری چھوٹا لیکن جرات اور شہامت میں ممتاز تھا۔ یہ نہ دادا
 اور خاں کی سنت کے مطابق کہ وہ اپنے بڑے بھائی علاء الدین کے ہوتے ہوئے
 سلطان بنا دیا گیا تھا۔ داعیہ سلطنت رکھتا تھا۔ اس وجہ سے امر سے مشورہ اور علماء
 سے فتویٰ لے کر بایزید نے اس کو قتل کر دیا۔ تاکہ کسی قسم کی نزاع برپا نہ ہو سکے۔
 سریا کے جنگجو باشندوں کی طرف سے سلطان نے اپنے لئے ان کے
 مقتول بادشاہ کے بیٹے اسٹفن کو وہاں کا والی بنا دیا اس شرط پر کہ سالانہ یہ دینا
 ہے اور ہر وقت ضرورت فوجیں لاکر سلطانی سپاہ میں شریک ہو۔ اسٹفن نے بھی
 سلطان کی رضامندی اور مزید تقرب حاصل کرنے کے لئے اپنی بہن اس کے
 نکاح میں لے دی۔

چوں کہ جنگِ قوصہ میں درپردہ قبصرِ عثمانیوں کا یولاج کی شرکت
فتوحات ثابت ہوئی۔ اس وجہ سے بائزید نے مقامِ الاشہر کو جو فلاڈیلفیا
 کے نام سے رومیوں کا آخری مقبوضہ ایشیائے کوچک میں رہ گیا تھا ضبط کر لیا۔
 اور قسطنطنیہ پر بھی چڑھائی کی۔ دورانِ محاصرہ میں خبر آئی کہ والیِ فلاح درویش کا
 ایک صوبہ ڈیوک مانیس نے ادریس کے ارادے سے بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے۔ اس
 لئے قسطنطنیہ پر ایک توجہ چھوڑ کر خود اس طرف گیا۔ ڈیوک مذکور نے شکست
 کھا کر دولتِ علیہ کی سیادت کو تسلیم کیا۔ اور سالانہ جزیہ دینے کا عہد لکھا۔ سلطان
 نے بدستور اس کا ملک اس کے قبضے میں رہنے دیا۔ تاکہ اپنے قوانین اور رسوم کے
 مطابق حکومت کرتا ہے۔

ایشیائے کوچک میں امیرِ قرہ ان علاء الدین نے پھر قرب و جوار کے امراء
 کو متحد کر کے سرکشی اختیار کی۔ اور پندرہ سالار تہمیر طاش کو گرفتار کر لیا۔ بائزید یہ سن کر
 خود مقابلے کے لئے پہنچا۔ مقامِ آق چائے میں جنگ ہوئی جس میں علاء الدین نے
 اپنے دونوں بیٹوں محمد غلی کے گرفتار ہو گیا۔ سلطان نے اس کی ریاست کو
 ضبط کر لیا۔ اس کے بعد سواست تو قات اور اس کے اطراف کی ریاستیں بھی رقبہ
 عثمانی میں داخل کر لی گئیں۔ ان مقامات کے امراء نے بھاگ کر ریاستِ قسطنطنیہ
 کے امیر کے پاس پناہ لی۔ سلطان نے سفیر بھیجا کہ ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ اس
 نے انکار کیا اس وجہ سے لشکر کشی کر کے اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔

۱۴۹۳ء میں سلطان بایزید نے بلغاریہ کو فتح کر کے سلطنت میں
معرکہ صلیبی شامل کر لیا۔ اور اس کے مقتول بادشاہ سیسین کے بیٹے کو جو سلیمان

ہو گیا تھا۔ وہاں کا دالی بنا دیا گیا۔ اس سے شاہ ہنگری مجسوتد کو اپنے ملک کے لئے
 خطرہ پیدا ہو گیا۔ جس کی سرحدیں کئی مقامات پر ترکی سلطنت سے مل گئی تھیں۔ اس
 لئے اس نے یورپ کے بادشاہوں کو اکسایا۔ اور یورپ نے بھی اس کی درخواست
 پر صلیبی جنگ کا اعلان کر دیا۔

سب سے پہلے کلیسا کی آواز پر ڈیوک برگنڈیا نے لبیک کہی اور اپنے بیٹے
 کاؤنٹ ڈی نیفر کو چھ ہزار منتخب بہادروں کے ساتھ جن میں اکثر شرفاء فرانس اور
 خود شاہی خاندان کے اراکین شامل تھے روانہ کیا۔ راستے میں بویریا اور آسٹریا سے
 امراء اپنی اپنی فوجیں لے کر ان کے ساتھ شامل ہوتے گئے۔ جرمنی سے فریڈرک کاؤنٹ
 ہوہننبرگ اور اس کا لشکر نیز قدیس یوحنا اور شلیبی کی جماعت کے بہت سے
 نامور شہسوار جو روڈس سے آئے تھے ساتھ ہو گئے۔ ان صلیبی فداؤں کے منصوبے
 یہ تھے کہ ترکوں کو شکست دیتے ہوئے درہ دانیال سے عبور کر کے ارض مقدس
 پر جہاں سے سلطان صلاح الدین اور ملک طاہر بیرس نے ان کو نکال دیا
 تھا۔ پھر قبضہ کر لیں۔

یہ لوگ ہنگری پہنچے۔ اور وہاں کے بادشاہ کو معانہ ان فوجوں کے جو اس نے
 جمع کر رکھی تھیں لے کر دریائے ڈینیوب سے عبور کر کے نمکوپٹی کا محاصرہ کیا۔ شاہ

ہنگری نے دہلی تلامخ کو بھی جو ترکوں سے عہد کر کے گیا تھا اپنے ساتھ لایا تھا ہر چیز کہ حاضر و بہت سخت تھا۔ لیکن وہاں کے بہادر امیر اعلان بک نے نہایت پامردی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اسے یقین تھا کہ سلطان اس شہر سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جلد آجائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ بایزید اس حملے کی خبر سنتے ہی دو لاکھ سپاہ لے کر صاعقہ کی طرح پہنچ گیا۔ والی سر بیا اسٹفن بھی جو باد خود صلیبوں کے دباؤ کے اپنے پیمان سے نہیں پھرا تھا۔ ایک لشکر جرار لئے ہوئے ترکوں کے ساتھ تھا۔

۲۴ ستمبر ۱۳۹۳ء مطابق ۱۷ ستمبر ۱۳۹۶ء کو مقابلہ ہوا۔ بایزید نے پہلے غیر نظامی جماعت کو بڑھایا۔ جس کے بعد انکشاریہ تھے۔ پھر سواروں کے دستے اور منتخب نظامی فوجوں کو لے کر خود ٹیلوں کے پیچھے کھڑا ہوا۔

کاؤنٹ ڈی نیفر جو سائے صلیبی لشکر کا سپہ سالار تھا۔ فوراً مقابلے کے لئے چلا۔ شاہ ہنگری نے اس کو روکنے کی کوشش کی اور کہا کہ ترکوں کے انداز جنگ سے میں کچھ واقف ہوں۔ اصلی قوت ابھی اس کے پیچھے ہوگی۔ مگر کاؤنٹ جو ہش تہور میں رک نہیں سکا اور کل فوج لے کر حملہ آور ہوا۔ ترکی فوجیں حریف مقابلہ کے بعد سپاہ بونی گئیں۔ وہ اپنے خیال میں فتح کرتا ہوا آگے بڑھا۔ جب ٹیلے کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ جہاں تک نظر جاتی ہے پتے بہتے تیرد کا ایک بے پایاں نیستان ہے۔

اب ترکی نظامی فوج نے سلطان حکم کے مطابق جو قلب میں تھا مینہ اور
 پیرہ دو لڑوں جانب سے باقاعدہ پیش قدمی کی اور غنیم پر دبا ڈالا۔ وہ پیچھے مڑا۔
 لیکن ادھر غیر نظامی اور انکشاری صفوں نے واپسی کی راہ مسدود کر رکھی تھی۔ یہ
 پڑ کر ان کا بڑا حصہ مقتول ہوا۔ اور بقیہ گرفتار۔ کاؤنٹ ڈی نیفر بھی پکڑ لیا گیا۔

اس کے بعد نظامی دستہ نیز سربنی لشکر سنگری فوج کی طرف بڑھا۔ اور اس
 کے خون سے میدان لالہ زار بنا دیا۔ شاہ سنگری نے چند ساتھیوں کے ساتھ بحال
 زار بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

سلطان کو معلوم ہوا تھا کہ ان صلیبیوں نے اپنے تمام مسلم قیدیوں کو
 جن کو انہوں نے سربیا اور اس کے نواح سے گرفتار کیا تھا۔ قتل کر ڈالا ہے اس
 وجہ سے ان کے ایسروں کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ بعض بعض امراء اور رو
 جھوں نے گراں بہا فدیے اپنے گھروں سے مانگا کر دیئے چھوڑ دیئے گئے۔ ان میں
 سے کاؤنٹ ڈی نیفر بھی تھا۔ بایزید نے اس سے عہد لیا تھا کہ پھر مقابلے کے لئے
 نہ آئے گا۔ لیکن جب وہ رہائی پا کر رخصت ہونے کے لئے آیا تو بایزید نے کہا کہ
 میں نے جو عہد تم سے لیا تھا اس سے بری کرتا ہوں۔ کیونکہ میرے لئے اس سے بڑی
 کوئی خوشی نہیں ہے کہ یورپین فوجیں لڑنے کے لئے آئیں اور میں ان پر فتح
 حاصل کروں۔

اس عظیم الشان فتح کی بشارت تمام اسلامی ممالک میں بھیجی گئی۔ اور ہر

جگہ اس پر خوشی منائی گئی۔ قاہرہ کے خلیفہ عباسی متوکل علی اللہ نے بایزید کے نام
حیلہ علاؤجات مفتوحہ کا فرمان لکھا۔

اس کے بعد سلطان نے آسٹریا اور جنوبی ہنگری پر فوجیں بھیجیں۔ جنہوں نے
ان کے بعض حصوں پر قبضہ کر لیا۔ اور خود ایک فوج لے کر یونان پر حملہ آور ہوا اور
سالیا وغیرہ کو فتح کرتا ہوا ایتھنس تک پہنچ گیا۔

داسپی پر قسطنطنیہ کے مسلمانوں کی شکایت پہنچی کہ قیصر ان کے مندر ہی
امور میں دست اندازی کرتا ہے۔ اس لئے پھر اس کا محاصرہ کیا۔ قریب تھا کہ فتح
کر لے لیکن اسی درمیان میں ایشیائے کوچک کی طرف تیمور کے حملے کی خبریں پہنچیں
اسی وجہ سے قیصر کے محض اس عہد نامے پر اکتفا کر لی کہ وہ دس ہزار سکہ طلا سالانہ
جزیہ دیا کرے گا۔ اور جو مسلمان یہاں رہتے ہیں۔ ان کے لئے ایک جہاگاہ نکمہ
شرعیہ قائم کرے گا۔ نیز ان کو جامع مسجد بنانے کا بھی حق دے گا۔

ایشیائے کوچک کے اکثر امراء جن کی ریاستیں سلطنت عثمانیہ

تیمور لنگ میں داخل کر لی تھیں امیر تیمور سے جو ایران فتح کرتا ہوا ۷۵۳ھ

میں اس طرف پہنچا تھا جا کر مل گئے اور اس کو بایزید کے مقابلے کے لئے ابھارنے
لگے۔ چنانچہ اس نے آرمینیہ کے شہر سیواس کو فتح کر لیا۔ اور وہاں کے امیر ارطغرل
کو جو بایزید کا بیٹا تھا قتل کر ڈالا۔ اس پر بایزید کو نہایت طیش آ گیا۔ وہ فوجیں لے
کر پہنچا۔ انگورہ کے متصل فریقین کا مقابلہ ہوا۔ بایزید نے بے مثل شجاعت کا اظہار

کیا۔ لیکن اس کی فوج کے بعض دستے جن کے سابق امراء تیمور کے پاس تھے اپنے مالکوں سے جا کر مل گئے۔ اس وجہ سے اس نے شکست کھائی اور وہ اپنے بیٹے موسیٰ کے گرفتار ہو گیا۔ تیمور بایزید کو تختِ رداں پر جس کے اوپر ہر طرف سے لشکر کے جنگلے لگے ہوئے تھے اپنے ساتھ کوتاہیہ میں لایا۔ اور ایک سال تک وہاں رکھا۔ اس اثنا میں ایشیائے کوچک کی اکثر ریاستوں پر ان کے امراء پر قابض ہو گئے اور مغرب میں بلناریہ۔ سرینیا اور فلاح نے بھی اپنی اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ بایزید دوسرے سال قید کی تکالیف سے ۵۸۰ھ میں تیمور کی اجازت سے اس کے بیٹے موسیٰ نے جو امیر کر میاں کی حراست میں تھا اس کے جتہ کو لاکر بردصہ میں دفن کیا۔

بایزید کے کئی بیٹے تھے جن میں سے سلیمان اس کی موت کے بعد اور نہ میں تخت نشین ہو گیا۔ اور تیمور لنگ نے

نزاعِ تخت

موسیٰ کو بردصہ میں بچھڑایا۔ اس نے وہاں اپنی سلطنت کا اعلان کیا۔ تیمور نے بیٹے عیسیٰ نے تیمور طاش کی مدد سے موسیٰ کو شکست دیدی اور بردصہ کے تخت پر آ گیا۔ محمد بن بایزید نے بھی جو تیمور کے مقابلے میں برسِ جنگ تھا۔ اور توقات اور امانیہ کو فتح کر چکا تھا سلطنت کا دعویٰ کیا۔ اور بردصہ میں پہنچ کر عیسیٰ کو قتل کر ڈالا۔ پھر موسیٰ کو جو امیر کر میاں کے پاس تھا۔ بلا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور ایک فوج دے کر سلیمان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ سلیمان اور نہ کی فیصل کے متصل مارا گیا۔

سے لے کر اس پر چڑھائی کی۔ اور متعدد جنگوں کے بعد آخر میں غلبہ حاصل
 کے ۸۱۶ء میں اکیلا دولت علیہ کا مالک ہو گیا۔

محمد اول (پہلی)

سلطان محمد کی ساری زندگی داخلی جنگوں میں ان ریاستوں پر قبضہ کرنے میں جو تیموری حملے کے بعد دوبارہ قائم ہو گئی تھیں صرف ہوئی۔ چونکہ وہ شجاع کے ساتھ علم کی بھی صفت رکھتا تھا اس وجہ سے کامیاب ہوا۔ جن روسا کی ریاستیں لیں۔ ان کے ساتھ ترمہ پر تارکے۔ قرہ مان کو جب فتح کیا تو اس کے امر سے قرآن پر ہاتھ رکھا اور اطاعت کا حلف لینے کے بعد اسی کو وہاں کا دالی بنا اس نے عہد شکنی کی مگر پھر اس کی خطا معاف کر دی۔ اسی طرح چند جو بائز کی طرف سے ازبیر کا دالی تھا۔ لیکن استقلال کا دعویٰ دیا گیا تھا۔ جب گرفتار تو اس کی خطے سے بھی درگزر اور اس کو نیکو پٹی کا امیر بنا کر بھیجا۔

ازبیک میں ایک شخص بدرالدین نامی نے جو پہلے موسیٰ کے لشکر میں

قاضی تھا۔ ایک جدید مذہب نکالا جس میں کل انسان خواہ

پیر قلیچ

کسی فرقے یا کسی نسل کے ہوں بھائی بھائی تسلیم کئے گئے اور جملہ مال و متاع میں سب کا حصہ برابر رکھا گیا۔ یہ مذہب مزدکی، ایرانی اور تیرموجودہ اشتر کی مذہب سے ملتا جلتا تھا۔ ایک مسلمان پیر قلیچہ مصطفیٰ اور ایک یہودی طور لاق کمال نے اس کی اشاعت اور تبلیغ شروع کی۔ اس کے پیروؤں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ سلطنت کے لئے خطرہ پیدا ہو گیا۔ پھر قلیچہ کے گرد ہزاروں مریدوں کا ہر وقت اجتماع رہتا تھا جو اس کو دادا سلطان کہتے تھے سلطان محمد نے سسین والی بلغار یا کو جو مسلمان ہو گیا تھا۔ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ مگر پیر قلیچہ نے اس کو شکست دی اور اس کو قتل کر ڈالا۔ اس وجہ سے صدر اعظم بایزید پاشا فوج لے کر گیا۔ پیر قلیچہ مکر گیا۔ اور وہ اور اس کے متبعین قتل کر دیئے گئے۔ بدرالدین بھی سخت مقابلہ کے بعد مقدونیہ میں گرفتار ہوا اور مولانا سعید کے فتوے کے مطابق جو علامہ تقی زانی کے شاگرد تھے ۸۲۰ھ میں سولی پر چڑھایا گیا جس کے بعد اس قلعے کا خاتمہ ہو گیا۔

اس طرف سے ابھی کئی اطمینان حاصل نہیں ہوا تھا کہ ایک شخص مصطفیٰ نامی اس بنیاد پر سلطنت کا دعویٰ لے کر کھڑا ہو گیا کہ وہ سلطان بایزید کا بیٹا ہے قرہ جنید والی نیکوپلی نے جس کی خطا سلطان معاف کر چکا تھا اس کا ساتھ دیا، اور دالی فلاح کی مدد سے اس کے لئے فوج جمع کی۔ وہ اس کو لئے ہمے یونان میں تسالیہ کی طرف بڑھا۔ مگر سلطانی فوج کی تاب مقاومت نہ لاکر سلاونیک میں چلا گیا جس پر اس زلزلے میں رومی قابض ہو گئے تھے۔ قیصر نے اس کو حمایت میں لے لیا۔

اور سلطان کو لکھا کہ میں ضامن ہوں آئندہ اس کی طرف سے کوئی فتنہ نہ ہوگا سلطان
نے اس کے گزارے کے لئے ایک لاکھ دوک سالانہ مقرر کر دیا۔ اور قرۃ جنبیہ کی بھی
خطامعات کر دی جو اس فتنہ کا اصلی محرک تھا۔

ان مصائب کے رفع ہونے کے بعد سلطان نے اپنی توجہ داخلی انتظامات
کی طرف مصروف کی نیز ہمسایہ سلطنتوں سے عہد نامے کے تاکہ ملک خطرات سے
محفوظ رہے۔ اسی حالت میں ۸۲۲ھ میں وفات پائی۔

اس نے اپنے بیٹے مراد کے لئے سلطنت کی وصیت کی تھی جو اس وقت باپ
میں تھا اس وجہ سے صدر اعظم نے اس کی موت کو مخفی رکھا۔ اور اکتالیسویں دن جب
مراد آگیا تو اس کی وفات کا اعلان کیا۔ نعش بروصہ میں دفن کئے لئے بھیجی گئی۔

سلطان محمد چلپی علم و فن کا مربی اور شرع کا پابند تھا۔ اسی کے عہد سے سلطنت
ترکی کی طرف سے سالانہ ایک معین رقم جس کا نام "صرہ ہایونی" ہے حرمین شریفین
کے خدام کے لئے بھیجنے کا دستور مقرر ہوا۔

مراد ثانی

سلطان مراد ۸۲۴ھ میں جبکہ اس کی عمر ۸ سال کی تھی تخت نشین ہوا۔ اس سے پہلے اس نے امیر قرہ مان کے ساتھ پانچ سال کے لئے مصالحت کی تاکہ اس عرصے میں سلطنت کے اندرونی انتظامات کو درست کر سکے۔ لیکن اسی عرصہ میں قیصر نے مطالبہ کیا کہ میرے ساتھ ہمیشہ کے لئے جنگ سے دستبرداری کا عہد لکھو اور اپنے بھائیوں کو ضمانتاً بھیج دو۔ نیز اپنے چچا مصطفیٰ کا سالانہ وظیفہ جاری رکھو۔ ورنہ میں اس کا ذمہ دار نہیں۔

مراد نے یہ مطالبات نامنظور کر دیئے۔ اس وجہ سے قیصر نے مصطفیٰ کو دس جنگی جہازوں کے ساتھ جس کا امیر دستریوس لاسکارس تھا روانہ کیا۔ اس نے گیلی پولی کا محاصرہ کیا۔ لیکن فتح کئے بغیر ایک فوج وہاں چھوڑ کر ادرنہ کی طرف بڑھا۔ وزیر بایزید پاشا مقابلہ میں شکست کھا کر مارا گیا۔ اب مصطفیٰ نے خود سلطان پر چڑھائی

کی۔ مگر اس کے بعض امیروں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس لئے ہزیمت اٹھا کر گیلی
پٹی کی طرف بھاگا۔ راستے میں اس کی زوجہ کے ایک سپاہی نے اس کو پکڑ لیا۔ اور
لاکر سلطان کے حوالے کر دیا۔ سلطان نے سولی پر چڑھا دیا۔

اب مراد نے انتقام کے لئے پوری قوت کے ساتھ قیصر پر چڑھائی
فتوحات کی لیکن اسی اثنا میں خیر آگئی کہ ایشیا کے کچک میں اس کے بھائی

مصطفیٰ چلی نے چند ریوں کی سازش سے سلطنت کا دعویٰ کر دیا۔ اس لئے ادھر
گیا اور مصطفیٰ کو گرفتار اور قتل کیا۔ اس کے مددگاروں کو بھی سزائیں دیں۔ جس سے
اس دیار میں رعب چھا گیا۔ امیر قسطنطنیہ نے خوف زدہ ہو کر اپنی نصف ریاست سے
دست برداری لکھ دی۔ اور اپنی بیٹی بھی اس کے نکاح میں دے دی۔

دوسرے سال قرہ جنید نے بغاوت کی اور ریاست آیدین پر متغلب
ہو گیا۔ سلطان نے گرفتار کیے ابے بار اس خان کو جو کئی بار عہد شکنی کر چکا تھا، سولی
دے دی

آیدین کے بعد منتشا، صاروخاں، کریمیاں اور حمید وغیرہ ریاستوں کو جو تیمور
کی بدولت نکل گئی تھیں پھر قبضے میں کیا۔ اور قرہ مان کے امیر محمد کو قتل کر کے اس
کے بیٹے ابراہیم کو وہاں کا رئیس بنا دیا۔

ان ہمت سے فالغ ہو کر یورپ کا رخ کیا۔ شاہ ہنگری نے ڈر کر دریائے
ڈینیوب کے سائے شمالی علاقے حوالہ کر دیئے۔ اور وہی دریا دونوں ملکوں میں قابل

قرار پایا۔ سر بیا جارج برنکو فٹش نے بھی پچاس ہزار دوک سالانہ جزیہ دینے کا عہد کیا۔ نیز یہ کہ بروقت ضرورت فوج لے کر حاضر ہوا کرے گا۔ ادد وسط سر بیا میں مقام کروشینا نس کنی خالی کر دیا کہ اس میں سلطانی فوج رہے۔

دہال سے واپس آ کر روسیوں سے سلانیک واپس لیا اور بلاد ارناؤطو البانیہ پر بھی قبضہ کیا تا کہ قسطنطنیہ کا تعلق ہر طرف سے منقطع ہو جائے۔ اور اس کو کہیں سے امداد نہ مل سکے۔

دالی فلاح نے بھی جس کا لقب ڈراگون (شیطان) تھا۔ باب عالی کی سیادت سلیم کی لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد شاہ ہنگری کے اشلے سے امیر البانیہ اسکندریک کو ساتھ ملا کر بغاوت کی۔ مراد نے فوراً پہنچ کر ان کو مغلوب کیا۔ پھر ہنگری تاخت قتلواج کے دہال سے ہزاروں قیدیوں کو پکڑ لایا۔

۸۸۰ء میں دالی سر بیلے پھر کبھی اختیار کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مراد نے سمندریہ کو جو سر بیلے کے پایہ تخت بلغراد کے قریب ہے فتح کر لیا۔ دالی سر بیلے نے مہاگ کر ہنگری میں پناہ لی۔

مراد نے ٹرانسلوانیا کی طرف لشکر بھیجا جس نے مقام ہران ساد

ہونیاد کا محاصرہ کیا۔ امیر ہونیاد نے جو ہنگری فوجوں کا پ سالار تھا پہنچ کر مدافعت کی۔ ایسی سخت جنگ ہوئی کہ جس میں بیس ہزار ترک شہید ہوئے اور باقی ہر میت اٹھا کر واپس آئے۔ مراد نے پھر اسی ہزار فوج بھیجی۔ مگر ہونیاد نے

س لوہست دے دی۔ اور اس کے پہ سالار شہاب الدین کو گرفتار کر لیا۔
 ہو نیاد کی شجاعت کی شہرت سن کر پوپے یورپ میں جنگ صلیبی کا اعلان
 عام کیا جس کی وجہ سے ہنگری کے علاوہ پرشیا، پولینڈ، اور سرہیا وغیرہ کے جنگجو
 درجوں جمع ہو گئے۔ ہو نیاد نے ان سب کو ساتھ لے کر چڑھائی کی اور نیشن میں
 پہنچ کر سلطان کو شکست دیدی۔ ایشیا کے کوچک میں امیر قرہ مان نے موقع
 دیکھ کر بغاوت کر دی۔ اور پروسہ کا محاصرہ کر لیا۔ مراد نے مجبوراً ہو نیاد کے ساتھ مصالحت
 کی جس میں فلاح کی آزادی کو بحال کیا۔ اور اس پر سے اپنی سیادت اٹھالی۔
 سرہیا کے مغربہ مقامات واپس گئے اور ہنگری سے دس سال تک جنگ نہ
 کرنے کا عہد لکھا۔

اسی زمانے میں اس کا بڑا بیٹا علامہ الدین انتقال کر گیا۔ ان پے درپے حادثوں
 کا اس کے اوپر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اپنے بیٹے محمد کو جس کی عمر ہم اس سال کی تھی تخت
 پر بٹھا دیا۔ اور خود ولایت آیدین میں جا کر گوشہ نشین ہو گیا۔ لیکن چند ہی دنوں میں
 نہیں پائے تھے کہ ۸۴۶ھ میں شاہ ہنگری نے پوپ کے ایک فرستادہ کارونیاں
 نامی کے انوار سے کہ مسلمانوں کے ساتھ بد عہدی کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے
 بلا لحاظ پیمان کے بلغاریا پر جو عثمانی قبضے میں تھی حملہ کر دیا۔ مراد کو دوزار کے اصرار
 سے ناچار گوشہ خلوت سے نکلنا پڑا۔ اس نے فوج لے جا کر مقام لوز میں جو بحر اسود کے
 کنارے پہلے بد عہدوں کو شکست دی۔ شاہ ہنگری مقتول ہوا اور کارونیاں بھی چھوڑ

اس نئے کا اہل بانی تھا۔ ہونیاد کی شجاعت اس روز کچھ کام نہ آئی۔ ہر میت خوردہ نوج کے ساتھ بھاگا۔ اور ترکوں نے بے شمار مال غنیمت پایا۔

اس فتح کے بعد سلطان نے پھر محمد کو تخت پر بٹھا دیا۔ اور خود گوشہ نشین ہو گیا۔ مگر انکشاریہ کی بغاوت کی وجہ سے دوبارہ بلایا گیا۔ ان کو قابو میں لانے کیلئے یونان میں مورہ کی طرف رخ کیا۔ اسی جنگ میں قلعہ کورنتہ کے محاصرہ میں جو ردیوں نے مدافعت کے لئے بنایا تھا۔ ترکوں نے پہلی بار توپ کا استعمال کیا۔

البانیہ میں اسکندربک کی سرکشی بڑھتی جاتی تھی۔ اور گو اس نے خاص سلطانی محل میں تربیت پائی تھی۔ مگر ہونیاد کے بعد دولت علیہ کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ مراد نے چڑھائی کی۔ دو شہر بھی فتح کر لئے۔ مگر اسی درمیان میں ہونیاد بہت بڑا صلیبی لشکر جو یورپ کے مختلف ملکوں سے جمع ہوا تھا لے کر قوصوہ کی طرف آیا۔ مراد نے پلٹ کر مقابلہ میں صفا آرائی کی اور سنہ ۱۴۷۵ء میں اس پر اسی طرح فتح حاصل کی جس طرح سنہ ۱۴۷۹ء میں بایزید نے اسی میدان میں شاہ سر بیا پر حاصل کی تھی۔

اس جنگ میں صلیبیوں کی ناکامی کا بڑا سبب ان کا تعصب تھا۔ اہل شگری دپولینٹا رومی کلیسا کے تابع تھے۔ اور سر بیا دے یونانی چرچ کے۔ شاہ سر بیانے ہونیاد سے پوچھا کہ اگر تم کو فتح حاصل ہوگی تو کیا کرو گے؟ اس نے جواب دیا کہ سب کو کیتھولک بنا کر چھوڑ دوں گا۔ پھر اس نے یہی سوال مراد کے پاس بھیجا۔ مراد نے لکھا کہ میں ہر مسجد کے پہلو میں ایک کینہ بنوادوں گا۔ کہ جس کا جی چاہے مسجد میں آئے

اور جس کا جی چاہے کنیہ میں جائے۔ اس وجہ سے شاہ سرہیل نے متعصب کشتیوں

پر مسلمانوں کو ترجیح دی۔ اور اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جس کی وجہ سے ہزیمت ہوئی۔

اس فتنہ کے بعد مراد نے پھر الیانا پر فوج کشی کی اور اسکندر یک کو مجبور

کر لیا۔ اس نے مجبور ہو کر سالانہ خراج دینا منظور کیا اور عہد نامہ لکھ دیا۔ مراد اور

دوایس آیا اور ۸۵۵ھ میں انتقال کر گیا۔

محمد ثانی فاتح

سلطان محمد کی ولادت ۲۶ رجب ۸۳۱ھ میں ہوئی تھی۔ اس کے باپ نے دو بار اس کو تخت نشین کرا کے گوشہ نشینی اختیار کی۔ مگر دشمنوں کے مقابلے کے لئے پھر اس کو واپس آنا پڑا۔ اس کے انتقال کے بعد ۸۵۵ھ میں تیسری بار تخت پر بیٹھا۔ ہمایہ سلطنتوں کی طرف سے سفراء مبارکباد دینے کے لئے آئے۔ ایشیائے کوچک میں طربزدوں اور ترہ مان کی ریاست دونوں خلفشار کا موجب تھے۔ اس وجہ سے ترہ مان کو سلطنت عثمانی میں داخل کر لیا۔ اور طربزدوں پر سالانہ خراج لگایا۔

باپ کی وصیت کے مطابق چونکہ قسطنطنیہ کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس لئے پہلے باسفور کے یورپی ساحل پر

فتح قسطنطنیہ

ایک حصار اس حصار کے مقابلہ میں جو ایشیائی کنارے پر سلطان بایزید نے بنایا تھا تعمیر کرایا۔ پھر حصارہ کا کل سامان تیار کیا۔ سنگری کے ایک صناعت سے بڑی توپیں

بنو امیہ جن کے کھینچنے کے لئے ساتھ ساتھ جوڑے لگتے تھے۔ دوسرے سال اور
 سے خود بڑے ہزار فوج لے کر چلا اور امیر بالطہ اذلی کی قیادت میں جنگی کشتیاں
 روانہ کیں کہ سمندر کی طرف سے محاصرہ رکھے۔ لیکن وہاں قیصر کی امداد کے لئے ہنوا
 کے جہاز آ گئے تھے۔ بیرومیوں نے غلطی سے اساتہوں تک حفاظت کے لئے
 سمندر میں زنجیریں باندھ دی تھیں۔ بڑی بیڑے نے مقابلہ کیا مگر شکست کھا گیا
 اس وجہ سے سلطان محمد نے خشکی میں چھ میل تک لکڑی کے تختے ڈال کر روغن
 اور چربی سے ان کو چکنا کیا۔ اور راتوں رات ۸ کشتیاں جتنے قاسم سے گزار کر
 قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے پہنچا دیں۔ برمی فوج نے مناسب فاصلے پر توپیں
 نصب کیں۔

سلطان نے ۲۹ مئی ۱۴۹۳ء کی صبح کو عام حملے کا وقت مقرر کیا تھا۔ اس
 رات تمام معکریں چراغاں کیا گیا۔ اور ساری فوج دعا اور عبادت میں مصروف
 صبح ہوتے ہی فصیل کی طرف بڑھی۔ رومیوں نے نہایت بہت اور پامردی سے
 مدافعت کی۔ یہاں تک کہ قیصر قسطنطین اسی جنگ میں مارا گیا۔ لیکن اس ناقابل
 تسمیر شہر کے فتح ہونے کا وقت آچکا تھا۔ فصیل توپ کے گولوں سے ٹوٹی اور کشتیوں
 سے سپاہی نکل کر اندر داخل ہو گئے۔ سلطان انکشاری فوج کے ساتھ تھا۔ جس
 وقت مشہور کینیہ ابا صوفیا کے دروازے پر پہنچا۔ اس میں اذان دلوائی۔ اور ظہر کی نماز
 پڑھی۔ اس وجہ سے کینیہ جامع مسجد ہو گیا۔

سلطان نے رومیوں کے ساتھ نہایت نرم پرتناؤ کیا۔ ان کے دینی معاملات میں مطلق دخل نہیں دیا۔ اور پوری مذہبی آزادی بخشی۔ ایک بطریق کی کرسی نصب کیے ان کے معاملات اس کے متعلق کر دیئے۔ اور بجز چند کمنیوں کے جو مسجدوں میں تبدیل ہو چکے تھے سب ان کو دیدیئے۔ پیراہوں اور کشتیوں کو ہر قسم کی خدمات اور محمولات سے مستثنیٰ کر دیا۔ یہ خبریں سن کر خورومی خوند سے وہاں سے بھاگ گئے تھے واپس آکر پھر آباد ہو گئے۔ اور امن و آسائش سے رہنے لگے۔

اس فتحِ عظیم کی خوشی میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق ہوئی تھی۔ تمام عالم اسلام میں جشن منایا گیا۔ اور ہر طرف سے ملوک و

سلطان دان کریم نے لکھنے کے ابتداء سے محمد فاتح کے عہد تک قسطنطنیہ پر ۲۹ حملے ہوئے جن کی تفصیلات بھی اس نے درج کی ہیں۔ ہمارے مورخوں کے بیان کے مطابق مسلمانوں کے حملے زوار ہوئے جس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جیسا کہ صحیح بخاری و دیگر کتب و حدیث میں مروی ہے کہ میری امت کا پہلا لشکر جو تبصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا اس کو اللہ نے بخش دیا ہے۔ نیز یہ بھی کہا تھا کہ تم ضرور قسطنطنیہ فتح کر لو گے اور وہ فاتح فوج بھی خوب ہے اور اس کا امیر بھی خوب ہے۔ یہ روایت امام حاکم اور امام احمد بن حنبل کی مستند اور ابن عبد البر کی استیعاب میں ہے۔ چنانچہ پہلا لشکر امیر معاویہ نے ۶۳۸ھ میں بحر و دریاؤں راستوں سے سینان بن عرون اور یزید بن معاویہ کی قیادت میں بھیجا۔ بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت ابوالیوب انصاری (باقی صفحہ پر)

سلاطین و علماء و شعراء نے سلطان کو مبارکباد بھیجی۔ بلکہ طیبہ جو قرآنی آیت کا ٹکڑا ہے، اس نسخے کی تاریخ ہوئی۔ سلطان نے اس وقت سے اسکی کوہِ اُخلاف قرار دیا اور حضرت ابوالیوب انصاریؓ کے مزار پر ایک جامع مسجد تعمیر کرائی جس میں سلاطین عثمانیہ کی تاج پوشی کی رسم ادا کی جانے لگی۔

سلطان محمد کی عمر اس وقت ۲۶ سال کی تھی۔ یعنی سکندریہ عظیم سے جب اس نے گرانیکولس کی ہم سر کی ہے تین سال زیادہ اور نپولین اول سے جب اس نے معرکہ بودی میں کامیابی حاصل کی ہے تین سال کم۔

۸۶۰ھ میں سرہیل کے بادشاہ کے مرجانے پر اس کے بیٹوں میں نزاع پیدا ہوئی۔ سلطان نے اس کو اپنی

دیگر فتوحات

(بقیہ نوٹ ۵) میزبان رسول۔ عبادہ بن صامت۔ ابوالدرداء۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر۔ عبداللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم جو اس وقت زندہ تھے، موجودہ مغفرت حاصل کرنے کے لئے مدینہ سے آکر اس میں شریک ہو گئے تھے۔ حضرت ابوالیوب انصاریؓ دورانِ محاصرہ ہی میں فوت ہو گئے اور سلطنت کی فیصل کے منقل دفن کئے گئے۔ دوسرا حملہ ۹۸ھ میں سلیمان بن عبدالملک کے عہد میں ہوا۔ تیسرا حملہ ۱۲۱ھ میں چوتھا مہدی عباسی کے زمانہ ۱۶۵ھ میں یقیادت ہارون الرشید پانچواں ملک شاہ سلجوقی کا چھٹا اور ساتواں بایزید المیدرم کا ۲۰ شہوان مراد ثانی کا ۳۲۵ھ میں۔ اور نوواں ہی آخری حملہ محمد ثانی کا تھا جس میں یہ شہر فتح ہو گیا۔

سیادت میں لے لیا۔ وہاں سے بلغراد کی طرف بڑھا۔ ہونیاد نے سخت مقابلہ کیا جس میں ۲۲ ہزار ترک شہید ہوئے۔ خود سلطان بھی بھروسہ ہوا۔ اور بے نیل و مرام واپس آیا۔ مگر ہونیاد اس قدر زخمی ہوا تھا کہ جان برونہ ہو سکا۔ اور بیس روز کے بعد مر گیا۔ اس کی موت سے عثمانیوں کے سب سے بڑے دشمن کا خاتمہ ہو گیا۔

۱۶۳۳ء میں مورہ اور پھر یوسنیا کو فتح کیا۔ ایشیا میں طربزدوں اور اسفندیار دونوں ریاستیں سلطنت میں شامل کر لی گئیں۔

سلطان نے بیڑہ کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کی اور اس کو اس قدر ترقی بنایا کہ جنیوا اور وینس کے بیڑوں سے جو اس وقت نامور تھے ترقی بیڑہ فائق تر ہو گیا۔

۱۶۸۱ء میں حسن اوزن نے جو فراط سے آمدوریا تک قافلہ تھا عثمانیوں کی حدود میں تاخت و تاراج شروع کیا۔ سلطان نے خود پہنچ کر آذربائیجان کے متصل اس کو ایسی شکست دی کہ پھر وہ کبھی مقابلہ میں نہ آیا۔

۱۶۸۳ء میں البانیا کے قلعہ جات کر دیا اور اشقودرہ کو لیا۔ پھر منگری کی طرف فوج بھیجی جس نے بڑا تسلو انیا کو مستح کیا۔ وہاں کا ڈنٹ کیٹس نے پہنچ کر ترکوں کو شکست دی۔ جس میں وہ کثرت سے قتل اور گرفتار ہو گئے۔ منگریوں نے عداوت کے دھیانہ جوش میں اسیروں کو قتل کر کے ان کی نعشوں پر فرسٹ بچھا کر کھانے کھائے۔ پوپ نے "بطل امیض" ہونیاد کی جگہ پر کا ڈنٹ مذکور کو حامی

دین کا خطاب دیا۔

۱۸۸۴ء میں جزائر بحر روم فتح کیے گئے تھے سلطان ارادے کے مطابق
صدر اعظم کرک احمد پاشا روم پر قبضہ کرنے کے لئے بڑھا لیکن صرف اترانت
کو فتح کر کے رک گیا۔

ارض مقدس سے نکالی ہوئی جماعت قدس یوحنا اور شلمی کے رہبانوں
کا مرکز رومس میں تھا۔ یہ ہمیشہ یورپ کو صلیبی جنگ کے لئے بھڑکاتے رہتے تھے
ترکی میرے تین ہفتے تک اس جزیرہ کا محاصرہ رکھا لیکن فتح نہ ہو سکا۔

۱۲ ربیع الاول ۱۲۸۶ھ میں سلطان محمد نے وفات پائی قسطنطنیہ
وفات میں شاہی مقبرے کے لئے جو زمین اس نے متعین کی تھی اس میں
دفن ہوا۔

سلطان محمد سلاطین عثمانیہ میں نہ صرف فتح قسطنطنیہ بلکہ انتظامات کے لحاظ
سے بھی ممتاز ہے۔ اس کے عہد میں سائے ملکی و فوجی انتظامات نے سرے سے
مرتب کئے گئے اور جدید قوانین وضع ہوئے۔ لیکن تعزیرات میں بجائے شرعی حدود
کے جو مانے رکھے گئے مکاتب و مدارس کثرت سے قائم ہوئے اور متعدد جوامع
تعمیر ہوئیں۔

بازید ثانی

سلطان محمد ثانی کے بعد اس کا بیٹا بیٹا بازید ۸۸۶ھ میں ہریر سلطنت پر آیا۔ اس کے بھائی امیر جم نے ہریر پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت کا اعلان کر دیا۔ انکساری فوج مقابلہ کے لئے بھیجی گئی۔ جم شکست کھا کر بھاگا۔ اور مصر میں پہنچا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد رودس کی صلیبی جماعتوں کے پاس چلا گیا۔ ان لوگوں نے سلطان کو لکھا کہ اگر چالیس ہزار روک سالانہ اس کے گزارہ کے لئے مقرر کر دیا جائے تو ہم اس کو اپنی حفاظت میں رکھ لیں گے۔ سلطان نے منظور کر لیا۔

اہل رودس نے اس قول کو دناداری کے ساتھ نباہا اور بادشاہ ہنگری دجبرینی کی کوششوں کے بھی جو امیر جم کو مانگتے تھے۔ تاکہ اس کے ذریعے سے ترکی سلطنت میں فتنے برپا کریں اس کو نہیں دیا۔ اور جب زیادہ دباؤ پڑا تو پوپ نے اس کے ہتھم کے پاس امانتارو میں بھیجا۔

پوپ بھی اس کا سالانہ وظیفہ سلطان سے منگاتا رہا۔ ایک بار یہ بھی لکھا کہ اگر سلطان تین لاکھ لاکھ روپے سے تو اس حرفیت سے اس کو ہمیشہ کے لئے نجات مل سکتی ہے جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس قدر ثروت ملے کہ وہ اس کو ہلاک کرنے کے لئے تیار ہے۔

اگر دوران میں شارل ہشتم شاہ فرانس نے قسطنطنیہ واپس لینے کے لئے لشکر کشی کی، اس کا خیال تھا کہ اطالیہ اور ساحل ایڈریاٹک پروینس سے گذرنا ہوا وہاں تک پہنچ کر فتح کرے گا۔ لیکن یہ سلطنتیں مختلف درجہ سے اس کے راستے میں حائل ہو گئیں۔ اس لئے پہلے اس نے روما کا محاصرہ کیا اور امیر حجیم کو لے لیا مگر پوپ نے حوالگی سے پہلے اس کو ایک لطیفی الاثر زہر پلا دیا تھا جس کے اثر سے چند لوگوں کے بعد وہ مر گیا۔ شارل نے اس کی نعش آستانہ میں بھیج دی جو بروصہ میں دفن کرائی گئی۔

بایزید امین پسند اور صلح جو تھا۔ اس وجہ سے اس کے زمانے **فتوحات** میں قابل ذکر فتوحات نہ ہو سکیں۔ سلطان محمد کے عہد میں پورا بلقان فتح ہو چکا تھا۔ صرف بلغراد رہ گیا تھا جس پر ہنگری قابض تھی۔ بایزید نے ہر چند کوشش کی مگر اس کو نلے سکا۔

مصر لوں نے ادنا اور تروس دو عثمانی شہروں پر جو ان کے حدود کے متصل تھے قبضہ کر لیا تھا۔ ۸۹۳ھ میں بایزید نے انہیں جمع کر کے مصر پر چڑھائی کا ارادہ

کیا۔ مگر بے توش نے بیچ میں پڑ کر اسلامی ہمدردی کے باعث باہم صلح کرادی۔
 حسن اوزون کے انتقال کے بعد شاہ اسمعیل صفوی نے ایران میں
 شیعہ حکومت قائم کر لی تھی۔ اور نہایت زور شور کے ساتھ اس مذہب کی ترویج
 کر رہا تھا۔ اس کے اعوان میں سے ایک شخص شاہ قول نامی اناطولیہ میں آیا۔ اور
 باشندوں میں شیعہ پھیلا کر بغاوت پر آمادہ کرنے لگا۔ اناطولیہ کے امیر نے اس کو
 وہاں سے نکال دیا۔ اس نے کوتاہیہ میں پہنچ کر اپنا جھنڈا قائم کیا۔ صدر اعظم نے علی
 پاشا کو ایک فوج دے کر مقابلے کے لئے بھیجا۔ جنگ میں شاہ قول اور علی پاشا
 دونوں مارے گئے۔

بایزید ہی کے عہد میں دولتِ ہلیہ کے تعلقات یورپین سلطنتوں
یورپ کے ساتھ شروع ہوئے۔ ۱۴۹۷ء میں پہلا روسی سفیر مسکو سے
 تحفے اور ہدیے لے کر آیا اور اپنے ملک کے تاجروں کے لئے عثمانی قلمرو میں چند
 امتیازات حاصل کئے۔

سلطنتِ بولونیا سے بھی اسی سال لیجان زرومانیہ کا ایک حصہ کے
 متعلق عہد نامہ ہوا۔ اہل لیجان نے دولتِ علیہ کی سیادت قبول کی۔ اور ہنگری کا
 قبضہ وہاں سے اٹھا دیا۔

ڈیوک میلانو، جمہوریہ فلارنسا، نیرلپ اسکندر سادس نے بھی دوستی کا ہاتھ
 عثمانی سلطان کی طرف بڑھایا۔ تاکہ اس کی بری اور بحری قوتوں سے اپنے مخالفوں

کے مقابلے میں امداد حاصل کر سکیں۔

جمہوریہ دینس ترکوں کی مخالف تھی۔ اس وجہ سے بایزید نے اس پر فوج کشی کی۔ ترک بیڑہ نے بعض یونانی جزائر جو دینس کے قبضے میں تھے فتح کر لئے اور بری فوجیں بونٹ میں داخل ہو گئیں۔

اہل دینس نے شاہان یورپ اور پوپ کی مدد سے جزیرہ مدلی پر محاصرہ کیا لیکن ترکوں نے شکست دی اور رودسٹو پر بھی قابض ہو گئے۔ اسی درمیان میں سلطان کے بیٹوں کی بغاوت کی وجہ سے اندرونی اضطراب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے صلح کر لینی پڑی۔ ورنہ دینس کے بقیہ حصے بھی فتح ہو جاتے۔

بایزید ہی کے عہد میں اندلس کے مسلمان اپنی شامت اعمال **اندلس** سے عیسائیوں کے ہاتھوں تباہ ہوئے۔ آخری دولتِ غرناطہ بنی احمد نے اس مصیبت میں بایزید سے مدد مانگی۔ لیکن اس نے کچھ زیادہ توجہ نہ کی۔ صرف ایک معمولی بیڑہ امیر البحر کمال کی قیادت میں بھیجا۔

بایزید کے تین بیٹے تھے جن میں سے بڑے بیٹے احمد کو وہ تخت نشین **عزلیت** کرنا چاہتا تھا۔ لیکن انکساریہ اس سے راضی نہیں تھے۔ اس لئے انہوں

نے شاہزادہ سلیم کو جو جنگجو، بہادر اور ان میں ہر دو عزیز تھا۔ ۹۱۸ھ میں سلطان بنا دیا۔ بایزید مجبوراً تخت چھوڑ کر گوشہ نشینی کے ارادے سے روانہ ہوا۔ مگر راستہ ہی میں انتقال کر گیا۔

بعض مورخوں کا خیال ہے کہ اس خوف سے کہ کہیں یہی سلطان مراد کی طرح
بر تخت پر واپس نہ آجائے اس کو زہر دے دیا گیا تھا۔

سلطان بایزید نیک مزاج، علم دوست اور صوفی منش تھا۔ بعض لوگ
اس کو بایزید اولیٰ کہتے تھے۔ اس کا وزیر داؤد پاشا بھی اسی قسم کا نیک بہاد شخص تھا۔

سلیم اول

بایزید کے آسمان کے بعد سلیم اور نہ میں گیا۔ وہاں سرفراز دول نے اس کی سلطنت کی مبارکباد دی۔ آج اور کرگو اس کے دونوں بھائی بڑی بڑی جمعیتوں کے ساتھ تخت حاصل کرنے کے لئے اٹھے مگر سلیم نے شکرت سے کر دونوں کو گرفتار کر لیا اور قتل کر ڈالا۔

شاہ اسماعیل ایران میں شاہ اسماعیل صفوی کا نفوذ و اثر بڑھ رہا تھا۔ اس نے سردان کو فتح کر کے تبریز کو مرکز بنایا تھا۔ نیز خراسان، دیار بکر اور عراق عرب پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ عثمانیوں کی طاقت توڑنے کے لئے سلیم کے مقابلے میں اس نے احمد کو مدد دی نیز مصریوں کے ساتھ ترکوں سے لڑنے کے لئے معاہدہ کیا۔ اور خود اناطولیہ میں اپنے گماشتے بھیجے کہ لوگوں کو تلقین کر کے سنی ترکوں سے محرت کر دیں۔

سلیم ان حالات سے بے خبر نہ تھا۔ اس نے سب سے پہلے سرحدی علاقہ میں ان لوگوں کو جو ستیہ ہو گئے تھے، اور جن کی تعداد چالیس ہزار بیان کی جاتی ہے، ایک

قتل کر دیا۔ اور پھر ایران پر شکرتی کی۔ شاہ اسماعیل نے مقام چالدریان میں ترکی
 لوہوں کے سامنے شکست کھانی اور سن ۹۲۰ھ میں ترک تہذیب میں داخل ہو گئے۔ سلیم تین ماہ
 وہاں رہا۔ اپنے دربار کے مشہور عالم تارا اور سی کو دیار بکر میں بھیجا جن کے سمجھانے سے اکثر کرد
 قبیلوں نے اطاعت اختیار کر لی۔

ریاست ذوالقدریہ کے امیر نے جو مصریوں کے ماتحت تھا۔ ترکی افواج کے
 راستہ میں رکاوٹیں ڈالی تھیں۔ اس لئے اس کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کا سر کاٹ کر سلطان
 مصر قانصوہ غوری کے پاس بھیجا۔ غوری نے سفیر بھیج کر مطالبہ کیا کہ حرب سنور سابق ذوالقدر
 میں خطبہ اس کے نام کا پڑھا جائے۔ سلیم نے جواب دیا کہ میں آتا ہوں۔ اگر کسی میں ہمت
 ہے تو وہ مصر میں اپنے نام کے خطبے کی حفاظت کرے۔

سلیم نے سارے سامان درست کر کے پوری قوت کے ساتھ مصر پر چڑھا
 فتح مصر کی مقام مرج دابق میں مصریوں نے ہزیمت اٹھائی۔ اور غوری گھوڑے
 سے گر کر ہلاک ہوا۔ سلیم شام اور فلسطین پر قبضہ کرتا ہوا صحرا کی راہ سے مصر پہنچا۔
 سلطان طومان بائے نے جو غوری کے بعد تخت پر بیٹھا تھا۔ مدافعت کی لیکن ترک
 قاہرہ میں داخل ہو گئے۔ طومان بائے گرفتار ہوا۔ اور چند روز بعد سولی پر چڑھا دیا

۱۔ نہ ہی تعصب کی یہ مثال یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سلیم بادشاہ اس قدر زحمت ناک پہلنے کے بھی
 ترکوں کے نزدیک عادل ہی رہا۔

گیا۔ اس وقت سے مملکتِ مصر عثمانی قلمرو میں داخل ہو گئی۔

سلیم نے قاہرہ میں ایک مہینے رہ کر وہاں کے امراء علماء اور اعیان کو انعام و اکرام سے خوش کیا اور آثار و مقابر کی زیارتیں کیں۔

خانہ کعبہ کے محل کے جلوس میں بھی شریک ہوا۔ اور خدامِ حرم کے لئے ضرور ہمایونی بھیجا۔ شریف مکہ ابوالبرکات نے فتحِ مصر کی تہنیت اور خانہ کعبہ کی کنجی بھیجی۔ اس وقت سے سلیم نے خدامِ احقرین الشرفین کا لقب اختیار کیا جو اس کے جانشینوں میں متواتر چلا آیا۔

ملکِ مصر کا سارا انتظام مکمل کر کے خیر بگ کو جو غوری کے امراء میں سے تھا وہاں کا والی بنایا۔ اور ۲۲ رجب ۹۲۳ھ کو واپس چلا۔ راستے میں صحرائے عرب میں صلہ عظیم پونس پاشا سے جو حملہ مصر کا مخالف تھا فرمایا کہ دیکھا! اللہ تعالیٰ نے کیسی کامیابی عطا فرمائی۔ اس نے کہا بیشک لیکن اس نقصان سے بچنے کی کیا صورت ہے کہ نصف تیر کی توج اپنے اس جیانت کا خیر بگ کے ہاتھ میں چھوڑ دی ہے جو معلوم کس وقت اس کو ذبح کر کے مصر پر متغلب ہو جائے۔ سلیم کو یہ سننے کی تاب کہاں تھی برا فرد ختم ہو کر فوراً اس کو قتل کرادیا۔ اشد پر محمد پاشا کو جس کی دل سے مصر پر چڑھانی کی تھی صلہ عظیم مقرر کر دیا۔

رمضان کے مہینے بھر دمشق میں قیام کیا۔ وہاں شیخ محمد محی الدین بن عربی کی قبر پر جامع مسجد تعمیر کرائی۔ اور بڑی شان کے ساتھ اس میں نماز جمعہ ادا کی۔

خلافت | ۲۴ رجب ۹۲۴ھ کو آستانہ پہنچا۔ متوکل علی اللہ ثالث آخری خلیفہ

عباسی کو مصر سے اپنے ساتھ لیتا گیا تھا۔ خلیفہ مذکور نے جامع اہل صوفیا میں خلافت اور اس کے تبرکات یعنی سیفِ علم اور دارِ نبوی سلطان سلیم کے حوالے کر دیئے۔ اس وقت سے خلافت عثمانی آل عثمان کے ہاتھوں میں آگئی۔

سلطنت اسپین کی طرف سے سفیر نے آکر درخواست کی کہ قدس **یورپ** شریف میں حرب دستور اسپین کے عیسائیوں کو زیارت کی آزادی ہے اس کے مقابلہ میں جو رقم سالانہ ہم مصری حکومت کو دیتے تھے۔ دولتِ علیہ کے خزانے میں بچتے رہیں گے سلطان نے اس کو منظور فرمایا۔ جمہوریہ وینس کی طرف سے بھی جزیرہ قبرص کا دو سال کا خراج جو باقی تھا موصول ہوا۔

اس فرصت میں سلیم جزیرہ رودس کو فتح کرنے کے لئے بحری اور ایران پر شکرشی کرنے کے لئے بڑی فوجیں تیار کر رہا تھا۔ مگر زندگی نے دفنانہ کی اور ۸ شوال ۹۲۶ھ کو انتقال کر گیا۔ عمر ۵۴ سال تھی۔

سلطان سلیم خونریز اور سفاک تھا۔ لڑائیوں میں اس کی شجاعت اور دلادری ضرب المثل تھی۔ اور انصراح ہمت میں نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اس کے انتظام اور رعب کی وجہ سے اس کے عہد میں کوئی بغاوت نہیں ہو سکی۔ صرف ایک بار اسماعیل کے مریدوں میں ایک شخص جلال نامی نے اناطولیہ میں آکر ہمدیت کے ادعا سے کچھ لوگوں کو گمراہ کر کے فتنہ برپا کیا تھا۔ سلیم نے علی بک شہسوار کو ایک دستے سے ساتھ بھیجا۔ جس نے جلال کو قتل کر کے اس کی جماعت کو منتشر کر دیا۔

افسوس یہ ہے کہ شاہ اسماعیل کو تشیع بلکہ رخص میں بھی غلط تھا۔ اور سلیم کو
 تسنن بلکہ حنفیت میں اہماک۔ اس مذہبی تعصب کی وجہ سے دونوں میں عداوت
 پیدا ہو گئی۔ جس سے باہمی جنگوں کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہو گیا جو نسلاً بعائیل چلا آیا
 کا سن آگرہ دونوں اسلامی اخوت کی حقیقت سمجھ کر اس وقت متحد ہو جاتے تو آج دنیا
 کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

سلیم کو فارسی ادبیات سے ذوق تھا اور ترکی زبان میں اچھے شعر
 کہتا تھا۔

————— (بیتیں) —————

سُلیمانِ عظیمِ قانونی

سُلیمان کی ولادت سنہ ۹۰۰ھ میں ہوئی تھی۔ سلیم کی وفات کے وقت یہ صاہرہ

خاں میں تھا۔ ۱۷ ایشوال سنہ ۹۲۶ھ کو مستطینیہ میں پہنچ کر تخت نشین ہوا۔

غزالی نے جو تصورہ غوری کے امراء میں رکھا۔ اور جس کو سلطان

سلیم نے شام کا دالی مقرر کیا تھا اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا

اور خیر بٹ الی مصر کو لکھا کہ ہم مستطینیہ سے بہت دور ہیں۔ یہاں تک سلطان کی

دسترس شکل سے ہو سکتی ہے۔ اس لئے تم بھی میرا ساتھ دو۔ اس لئے جواب دیا کہ اگر تم

حلب فتح کر لے گے تو میں بھی شریک ہو جاؤں گا۔

سُلیمان نے فرہاد پاشا کو نظامی فوج کے ساتھ بھیجا۔ غزالی اس وقت حلب

کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ فرہاد پاشا نے ۱۹۲۴ھ کو اس کا سر کاٹ کر مستطینیہ بھیج دیا

سُلیمان نے شاہ ہنگری کے پاس جزیہ کے مطالبہ کے لئے سفیر بھیجا۔

سُلیمان نے سفیر کو قتل کر ڈالا۔ اس وجہ سے اس پر چڑھائی کی۔ ۲۵ رمضان

۹۲۷ء کو بلغراد کو فتح کر لیا۔ چونکہ سائے بلقان میں یہی ایک ایسا قلعہ تھا جو عثمانیوں کے قبضے سے باہر تھا۔ اور جنگی اہمیت کے لحاظ سے نہایت وقیع۔ اس لئے اس کی فتح کی خوشخبری ملکوں ملکوں بھیجی گئی۔ شہنشاہ روس اور رئیس جمہوریہ وینس نے اس کامیابی پر تہنیت کے پیام بھیجے۔

یوحنا اور شلیسی کی جماعت جو ارض مقدس سے بزور تیغ نکال **روڈس** لگتی تھی روڈس میں آکر مقیم ہو گئی تھی۔ اور مسلمانوں کے خلاف جنگ و غارت گری کرتی تھی۔ سلاطین عثمانیہ عرصے سے خواہش رکھتے تھے کہ اس پر قبضہ کر لیں تاکہ ان کا خطرہ جاتا ہے۔ اور غنیمت کے جہازوں کو وہاں پناہ نہ مل سکے فتح مصر کے بعد سے اس کی ضرورت مصر کے ساتھ بحری مواصلات کی غرض سے اور بڑھ گئی تھی۔ سلیمان نے وہاں کے امرا کو لکھا کہ جزیرہ خالی کر کے چلے جاؤ۔ تمہاری جان و مال سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔ لیکن وہ لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس لئے سلیمان خود بیڑہ لے کر گیا۔ محاصرے سے مجبور ہو کر انہوں نے بکلنا مستطور کر لیا۔ سلیمان نے اپنی فوج وہاں سے ایک میل دور ہٹالی اور بارہ دن کی مہلت دی جس میں وہ اپنا مال و اسباب لے کر جزیرہ مالطہ میں چلے گئے۔

۹۲۹ء میں کریمیا کے فرمانروا محمد کرانی خاں کے دونوں بیٹوں **کریمیا** فازی اور بابائے مل کر اس کو قتل کر ڈالا جس کی وجہ سے وہاں فتنہ برپا ہو گیا۔ دولت علیہ نے جس کی سیادت اس پر برکے نام تھی اس

موقع پر اس کو عثمانی ولایت بنا لیا۔

اس زمانے میں شارلکان یورپ میں سب سے بڑا بادشاہ تھا جو سپین

ہنگری

کے ساتھ جرمنی اور ہالینڈ کا بھی مالک تھا۔ اور جنوبی اطالیہ کے بڑے حصے پر قبضہ رکھتا تھا۔ جمہوریہ فلانس اور صنیوا اس کی تابع تھے۔ اور جزائر منار کا اور سسلی بھی۔ فرانس کے بادشاہ فرانسس اول نے اطالیہ کے صوبہ میلان کے لئے اس کے ساتھ جنگ کی جس میں شکست کھائی۔ باوجود اس کے کہ پوپ کے دربار میں فرانس سے اہم کیٹیولک سلطنت تھی جس نے یورپ میں اسلامی پیش قدمی کو روکنے کا حلف اٹھایا تھا۔ لیکن مجبوراً فرانسس کو دولت علیہ سے مدد مانگنی پڑی۔

چونکہ شارلکان ترکوں کا سخت دشمن تھا۔ اس وجہ سے سلیمان نے فرانسس کی امداد مناسب سمجھی اور ایک لاکھ فوج اور تین سو توپیں لے کر شارلکان کی طرف بڑھا۔ اسی حملے میں ہنگری کو فتح کر کے سلطنت عثمانی میں شامل کیا۔

شارلکان نے اپنے بھائی فرڈینینڈ کو آسٹریا کا بادشاہ بنا دیا تھا۔ اس نے

ویانا

ہنگری پر فوج کشی کر کے جا بولائے جو سلطان کی طرف سے وہاں کا والی تھا شکست سے دی۔ اور وہاں کے پایہ تخت بودین (بوداپست) پر قابض ہو گیا۔ سلیمان نے ڈیڑھ لاکھ فوج لے کر چڑھائی کی۔ بودین کو واپس لے کر پھر جا بولا کہ وہاں کا والی بنا لیا۔ اور آسٹریا میں بڑھ کر ویانا کا محاصرہ کیا۔ لیکن شدت بہرہ کی وجہ سے فتح نہ کر سکا۔ اور واپس چلا آیا۔ یہی یورپ میں سب سے آخری نقطہ

تھا جس پر ترک پہنچے۔

شاہ طہاسپ پیر اسماعیل صفوی نے سلیمان کو یورپ کی جنگ میں مشغول
بغداد پا کر عثمانی حدود میں دست درازی شروع کی اور تبریز پر قبضہ کر لیا۔

۹۲۰ء میں شکرکشی کی۔ وان اور ارغیش کے قلعے لیتا ہوا تبریز میں آیا اور وہاں

سے عراق عرب میں بھیج کر بغداد کو فتح کر لیا۔ چند روز اس میں قیام کر کے کر بلا وغیرہ

کی زیارتیں کیں۔ اور امام ابوحنیفہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی کے مزارات تعمیر کر کے

آستانہ داپس آنے پر بارہ روز خیرالدین پاشا نے جو جزائر کے

جزائر ایک حصے پر قابض تھا۔ حاضر ہو کر اپنے مقروضہ کو سلطنت عثمانی

میں شامل کر لینے کی درخواست کی۔ سلیمان نے منظور کیا۔ اور اس کو فودان دریا کے نام

سے عثمانی بیڑے کا امیر بنا دیا۔

۱۰ بارہ روزہ ترکوں کا نامور امیر البحر روم کے جزیرہ مدلی کا باشندہ تھا۔ جس کا پیشہ بحری قزاقی تھا۔

ایک بار یہ اور اس کا بھائی اور درج دونوں کچھ دنوں تک تونس میں رہ گئے۔ اور وہاں مسلمان

ہو گئے۔ اب بجلے مسلمانوں کے انہوں نے رومی کشتیوں کو لوٹنا شروع کیا۔ سلطان سلیم

نے ان کو دس کشتیاں عطا فرمائی تھیں۔ انہوں نے اپنی قوت بڑھا کر الجزائر کے ایک حصے

پر قبضہ کر لیا۔ بارہ روزہ نے اپنی جرات سے اندلس کے لاکھوں معیبت زدہ مسلمانوں

کو الجزائر میں پہنچا دیا۔

شارلکان مشہور امیر البحر آندرہ دوریا نے اپنے بیٹے کے لئے کرولس کو تاحت
 وقار ج کیا تھا۔ اور وہاں کے مساجد و معابد مہندم کر ڈیئے تھے۔ اس لئے سلیمان نے
 بارہ برس کی قیادت میں عثمانی اسطول روانہ کیا جس نے سواحل اطالیہ پر پہنچ کر آندرہ
 دوریا کے بیٹے کو شکست دی اور اترانت اور اس کے حوالی سے لے شمار مال
 غنیمت لے کر واپس آیا۔

۹۲۲ھ میں دہلی کے بادشاہ نے مغلوں کے مقابلے کے لئے اعلان
ہند چابی تیر بہادر شاہ گجراتی کی طرف سے سفیر گئے اور پرتگالیوں
 کے مقابلے میں جن کی غارتگری سے سواحل ہند کے اسلامی علاقے دہران ہو گئے
 تھے امداد کے طالب ہوئے۔ سلطان کے حکم سے سلیمان پاشا دالی مصر، جنگی کشتیاں
 جن میں بیس ہزار سپاہی اور بڑی بڑی توپیں تھیں لے کر روانہ ہوا۔ بحر احر سے نکل کر
 پہلے اس نے عدن پر قبضہ کیا۔ پھر سہاس گجرات پر آکر پرتگالیوں کے قلعے مہندم
 کر ڈیئے۔ آخر میں ان کے سب سے بڑے مرکز دیو کا محاصرہ کیا۔ لیکن اس کو فتح کے بغیر
 اموال غنیمت لے کر واپس چلا گیا۔ اور عدن سے آ کے بڑھ کر یمن کو فتح کر کے عثمانی
 ولایت بنا لیا۔

فرانس اور دولت علیہ میں فتح اطالیہ کے لئے باہم یہ معاہدہ
جزائر بحر روم ہوا کہ عثمانی بیڑہ پنیل۔ سلی اور اسپین کی طرف سے حملہ
 آور ہو اور فرانس شمالی سمیت سے، اس کے مطابق سلیمان نے اپنے بیڑہ کو روانہ

کیا۔ اور خود ایک لاکھ فوج لے کر البانیہ کی طرف بڑھا۔ لیکن چونکہ عام مسیحی رائے
 فرانس کے خلاف ہو گئی کہ اس نے اپنے ہم مذہبوں سے لڑنے کے لئے مسلمانوں
 کو حلیف بنایا ہے۔ اس وجہ سے وہ نہیں آیا۔ اور جو منصوبہ تھا۔ وہ پورا نہ ہو سکا۔ اور
 سارا اطالیہ دولت علیہ کے قبضے میں آجاتا۔

بارہوی نے جزیرہ کار فورکا معاہدہ کیا۔ مگر سفیر فرانس نے جس کو سلطانی دبا میں
 بہت دوزخ حاصل تھا بیچ میں پڑ کر ان کی طرف سے حربی ضمانت دلا دی۔ اس لئے
 معاہدہ اٹھا لیا گیا۔ واپسی میں بارہوی نے کریٹ وغیرہ اکثر جزائر فتح کر لئے۔ آخر وہ دوریا
 ۱۶۷۷ء میں آ گیا۔ مگر تکت اٹھا کر واپس گیا۔

ان فتوحات سے اپنی بیڑہ کا اقتدار جاتا رہا۔ اور بحری سیادت ترکی بیڑے نے
 لے لی جس کی شہرت اقطار عالم میں پھیل گئی۔

۱۶۷۲ء میں فرانس کے ساتھ ایک تجارتی عہد نامہ ہوا جس میں بوجہ حلیف
 ہونے کے فرانس تجارت کے لئے قلمرو عثمانیہ میں خاص مراعات منظور کی گئیں۔
 ٹھیک اسی زمانہ میں شاہ ایران ظہاسپ شاریکان کے ساتھ معاہدے کی
 کوشش کر رہا تھا۔ لیکن نہ ہو سکا۔

۱۶۷۲ء میں فرانس اول اور شارلکان میں پھر جنگ شروع ہوئی
 فرانس | اس وقت فرانس کی طرف سے موسیو بولان نامی سفیر اتانہ میں آ کر
 امداد کا طالب ہوا۔ سلیمان نے بارہوی کو ایک بیڑے کے ساتھ بھیجا۔ جس نے

نہیں کا محاصرہ کیا اور فتح کر لیا۔ لیکن ترکی اور فرینچ افواج میں اختلاف ہوجانے کے باعث فتح کی تکمیل نہ ہو سکی۔ بارہ برس نے فرانس کی بندرگاہ طولون میں موسم سرما بسر کیا۔ جس کا صرف آٹھ لاکھ ریال فرانسیسی حکومت نے ادا کیا۔ اس کے بعد واپس ملا آیا۔ قسطنطنیہ میں پہنچ کر ۱۶۵۳ء میں پارہرزس کا انتقال ہو گیا۔ اس کی جگہ پر طور پور پاشا امیر البحر مقرر ہوا۔

اسی سال شارلکان نے بھی تحفے اور ہدیے بھیج کر مصالحت کی درخواست کی۔ سلطان نے منظور کیا۔ پانچ سال تک جنگ نہ کرنے کا فریقین میں معاہدہ ہوا بشرطیکہ ہزار اشرفی خراج آسٹریا کی طرف سے سالانہ ادا ہوتا ہے۔

شاہ ایران نے ۱۶۶۰ء میں حدود عثمانی میں پیش قدمی شروع کی۔

ہماسپ | سلیمان نے جاگرہ باغ کے متصل اس کو شکست دی۔ آخر میں شاہ رگور نے قلعہ قرص دولت عثمانیہ کے حوالے کر کے صلح کر لی۔

طور غورد پاشا نے اسی اثنا میں جزیرہ مالطہ کا محاصرہ کیا۔ اسی میں اس نے شہادت پائی جس کے بعد عثمانی بیڑے نیل مرام واپس آ گیا۔

۱۶۷۳ء میں میکسیمین پسر فرڈیننڈ شاہ آسٹریا نے ہنگری کے مقام توکاسٹے پر قبضہ کر لیا۔ سلیمان نے باوجود دقتوں کے غور فوج کشی کی۔ اور آسٹریا کے قلعہ سکوار کا محاصرہ کیا۔ فتح سے چند روز پیشتر اس کا مرض بڑھ گیا اور ۳ مئی ۱۶۷۳ء میں اس نے وفات پائی۔ عمر ۷۷ سال تھی۔

سلطان سلیمان ۸۴ سال تک تخت سلطنت پر متمکن رہا۔ چونکہ اس زمانے میں حکومت کے قوانین نئے سرے سے وضع کئے گئے۔ اور فوج کی تقسیم اور اس کے مناصب کی ترتیب عمل میں آئی۔ اس وجہ سے وہ قانونی کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس کا عہد دولت عثمانیہ کی تاریخ میں نہتائے کمال و اقبال کا عہد تھا۔ جس میں مشرق اور مغرب میں فتوحات ہوئیں اور سلطنت کا دائرہ نفوذ اور اس کے اقتدار کا غلبہ دور دور تک پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ وہ اس زمانہ کی سب سے بڑی بری اور بحری طاقت ہو گئی تین لاکھ جنگ اور فوجیں تھیں جن میں سے پچاس ہزار نظامی تھی۔ اور تین سو جنگی کشتیاں جو اس وقت کے بڑے بڑے بیڑہ کو شکست دے چکی تھیں۔

اس کے بعد سے عثمانی سلطنت کا زوال شروع ہو گیا۔ جو سلسلہ وار چلا آ رہا ہے جس کے مختلف اسباب ہوئے۔

(۱) رقبہ سلطنت اور فتوحات کی وسعت کے ساتھ دولت اور ثروت کی زیادتی ہوئی جس کی وجہ سے سادگی اور پہ گری کے بجائے عیش پرستی اور آرام طلبی آ گئی جس کا لازمی نتیجہ زوال ہوتا ہے۔

(۲) انبخشاریہ کا پہلا سال خود سلطان ہوتا تھا۔ اس لئے وہ بلا اس کو لئے ہوئے جنگ کے لئے نہیں نکلتے تھے۔ سلیمان کے وقت سے یہ دستور مقرر ہوا کہ وہ اپنے امور کے ماتحت لڑائی میں جایا کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ مابعد میں اکثر سلاطین نے راحت طلبی کی وجہ سے جنگ و جہاد میں شریک نہ ہوئے۔ چھوڑ دیا۔ جس کی وجہ سے

توجہ کی ہمتوں میں نمودار پڑ گیا۔

(۳) پیشتر سلطنت کے تمام ہتھیار دیوان دوزرا میں بی ریاست و ارادہ ^{سلطانی} انجام پاتے تھے لیکن سلطان نے اس دستور کو توڑ کر جملہ امور صدر اعظم کے متعلق کر دیئے۔ جس کی وجہ سے اکثر معاملات کی حقیقت سے ناواقف بننے لگا۔ اور دوزرا اپنے اغراض کی تکمیل کے لئے حرم کی بیگیات سے بھی امداد لینے لگے۔ اس طرح پر سلطان کے گرد و سیرے کارپول کا ایک جال بچھا رہتا تھا۔ جس میں وہ اکثر شکار ہوتا تھا۔ اور سلطنت کے کام بگڑتے تھے۔ خاص کر اس وجہ سے اور بھی کہ یہ دوزرا جنسیت میں منجانب ہوتے تھے۔ کیونکہ بیشتر زہم نصابی جو سلطان کے خدام ہیں سے مقرب ہو جاتے تھے۔ ذہنی عداوت کے منصب پر آجاتے تھے اور بالبطع ان میں خلوص کم ہوتا تھا۔

(۴) سب سے بڑا سبب یہ ہوا کہ ترکوں کا حریف یورپ دورِ چہالت اور وحشت سے نکل کر علم اور تمدن کی طرف آ رہا تھا۔ بجائے تہمت کے وحدت اور ملکی اور قومی مقاصد کے لئے بڑی بڑی قربانیاں اور مصائب کے برداشت کی ہمت ان کے دلوں میں پیدا ہو رہی تھی۔ اندلس کے مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد ان کے شجاعانہ اور فاتحانہ جوصلے بڑھ گئے تھے۔ مطالبہ کی ایجاد سے شریعت و فہم شروع ہو گیا تھا۔ اور ہمیشہ اسلحہ کی ساخت اور اس کے استعمال کو روز بروز ترقی دے رہے تھے۔ بخلاف اس کے ترک اپنے حال پر تھا۔ بلکہ جملہ

اصناف میں زوبہ تنزل۔

سلیمان اعظم اپنی بے مثل شجاعت اور عالی حوصلگی اور بے نظیر تدبیر و
اولاد فرزائیگی کی بدولت دنیا کا نہایت ممتاز سلطان ہوتا۔ اگر اس کے دامن
 پر قتل اولاد کا بدما دھبہ نہ ہوتا۔

صورت یہ ہوتی کہ اس کی ایک رسی بیوی فرحانہ نامی تھی جو بوجہ اپنے
 حسن و جمال کے اس کے دل پر شروع سے آخر تک قابض رہی۔ وہ چاہتی تھی کہ
 شاہزادہ سلیم جو اس کے بطن سے پیدا ہوئے۔ دلی عہد ہو۔ اس نے رستم پاشا صاحب
 اعظم کو جو اس کا داماد تھا متفق کر لیا۔ اور دونوں نے شاہزادہ مصطفیٰ کی طرف سے
 جو دلی عہد تھا سلطان کو بدظن کرنا شروع کیا۔

ایران کے آخری حملے کے موقع پر مقام ارگی میں رستم پاشا نے سلطان سے
 کہا کہ مصطفیٰ نے انکشاریہ کو اپنے ساتھ بلا لیا ہے جو چاہتے ہیں کہ اس کو آپ کی
 زندگی ہی میں سلیم اول کی طرح تخت پر بٹھادیں۔ چونکہ مصطفیٰ بوجہ اپنی دلاوری
 کے انکشاریہ میں ہر دلخیز رہتا اس وجہ سے سلطان کو یقین آگیا۔ اس نے کوئی تفتیش
 نہیں کی اور مصطفیٰ کو بلا کر حایوں سے قتل کرادیا۔ انکشاریہ بگڑ بیٹھے اور صدر
 اعظم کے قتل کے درپے ہوئے۔ سلطان نے مصلحتاً اس کو معزول کر دیا۔

مصطفیٰ کے بھائی جہانگیر نے باپ کو اس قتل ناحق پر ملامت کی سلیمان
 نے اس کو دھمکایا جس کی وجہ سے غصہ میں اس نے خودکشی کر لی۔ فرحانہ نے اپنے

ایک خاص آدمی کو بھیج کر مصطفیٰ کے شیرخوار بچہ کو بھی مروا ڈالا اور اس فکر میں
 پوری کہ شاہزادہ بائزید کا بھی جو باقی رہ گیا ہے خاتمہ کر دے۔ تاکہ اس کے بیٹے
 سلیم کے سوا سلطنت کا کوئی حقدار نہ رہ جائے۔ مگر اسی اٹنا میں وہ خود مری
 لالہ مصطفیٰ نے جس کو وہ سلیم کا اتالیق مقرر کی گئی تھی اپنی پر فریب دراندازوں
 سے سلطان کو بائزید کا بھی مخالف بنا دیا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے بائزید کی
 رفتاری کے لئے فوج بھیجی۔ بائزید نے مدد اپنے چاروں بیٹوں کے بھاگ
 ایران میں شاہ طہاسپ کے یہاں پناہ لی۔ اس نے گرجوشتی سے لیا اور حمایت
 وعدہ کیا۔ مگر مخفی طور پر سلطان کو اطلاع دیدی۔ اور جب اس کے آدمی آگئے
 ان کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے قرظین میں پہنچ کر بائزید کو مدد اس کے چاروں
 بیٹوں کے سلطانی حکم سے قتل کر ڈالا۔ بروسر میں اس کا شیرخوار بچہ رہ گیا تھا۔ اس
 کا بھی گلا گھونٹ دیا گیا۔ اس طرح بجز سلیم کے سلطان نے خود اپنی ساری
 اولاد کا خاتمہ کر دیا۔

سلیم ثانی

سلیم کی ولادت ۴ مہر رجب ۱۲۹۳ھ کو ہوئی تھی۔ باپ کی وفات کے وقت کوتاہیہ میں ولایت پر تھا۔ اطلاع پا کر پچاس روز کے بعد قسطنطنیہ پہنچا۔ اس وقت سلیمان کی موت جو فتنہ کے ڈر سے مخفی رکھی گئی تھی۔ ظاہر کی گئی۔ اور اس کی تخت نشینی کا اعلان کیا گیا۔

سلیم میں مزید فتوحات تو کیا خود مفتوحہ علاقوں کی حفاظت کی بھی زیادت نہ تھی۔ لیکن صدر اعظم محمد پاشا عاقل تجربہ کار وزیر تھا۔ جس سے سلطنت کی عظمت قائم رہی۔ سب سے پہلے آسٹریا کے ساتھ معاہدہ ہوا۔ جس میں اس نے ٹرانسلوانیا اور رومانیہ پر باب عالی کی زیادت تسلیم کی۔ آسٹریا کو اس بات کا حق دیا گیا کہ وہ ہنگری میں اپنے اہلک پر قابض ہے۔ اور دولت علیہ کو حسب سابق سالانہ جرزیہ دیا کرے۔

فرانس کے ساتھ عہد سابق کی تجدید کی گئی۔ اور اس کے سفیر کو حق دیا گیا کہ فرانسیسی قیدیوں کو جو ترکی کی غلامی میں ہوں آزاد کر سکتے ہیں۔ نیز جملہ فرانسیسیوں سے جو

عثمانی قلمرو میں تھے۔ شخصی خراج اٹھا دیا گیا۔ اور فوج کشیتوں کو محفوظ قرار دیا گیا جن کے نقصان کی تلافی دولت علیہ نے اپنے ذمہ لی۔

ان مراعات سے سوا اہل بحر روم پر فرانسیسی تجارت کو آزادی مل گئی۔ جس کی وجہ سے ترکی مسیحی رعایا پر فرانسیسی سفیر نے اپنا اثر بڑھا لیا۔ جو زمانہ مابعد میں دولت علیہ کے لئے مصائب کا ذریعہ بن گیا۔

اہم زید یہ مہرین شرف الدین یحییٰ نے ۱۷۹۶ء میں بغاوت کی اور عین کے قلعوں سے ترکی فوجوں کو نکال دیا۔ صدر اعظم نے عثمان پاشا کو عین کی وکالت کا فرمان دے کر ایک فوج گراں کے ساتھ روانہ کیا۔ شان پاشا والی مصر نے بھی حکم باب عالی اس کی مساعدت کی جس کے اثر سے امرا رہین نے امام کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور ترکی فوجیں قلعوں کو فتح کرتی ہوئی صنعا تک پہنچ گئیں۔ امام نے مجبور ہو کر دولت علیہ کی سیادت تسلیم کی اور معاہدہ لکھ دیا۔

جزیرہ قبرص جو دنیس کے ماتحت تھا اس کی فتح کے لئے لالہ مصطفیٰ کی ماتحتی میں جس نے سلطان کے بھائی بایزید کو قتل کرایا تھا ایک لاکھ بحری فوج ۱۷۹۷ء میں بھیجی گئی جس نے اس کو فتح کر لیا۔ اس وقت سے برابر دولت علیہ کے قبضے میں رہا۔ یہاں تک کہ ۱۸۰۷ء میں اس کو انگریزوں نے لے لیا۔

لالہ مصطفیٰ نے کریٹ اور سوا اہل بحر زید یا تک پر حملے شروع کئے

ترکی بیڑہ

جمہوریہ ونیس نے اسپین اور پاپے روم کے ساتھ مدافعت کے لئے معاہدہ کیا۔ ان
 سب کا بیڑہ ایک ساتھ امیردوں جوان کی قیادت میں جس نے اندلس سے مسلمانوں
 کو طرح طرح کی سختیوں سے نکالا تھا، مقابلے کے لئے آیا۔ کشتیاں اسپین کی
 تھیں۔ ۱۴۰۰ ونیس کی ۱۲ یورپ کی اور نو بالسطر کے راہبوں کی تین گھنٹے کی
 لڑائی میں ۲۰۰ ترکی کشتیوں میں سے ۱۳۰ غرق ہو گئیں۔ بقیہ گرفتار اور سیس
 ہزار ترک تہیہ ہو گئے۔ اور تیس ہزار اسیر۔

ترکوں کی اس شکست پر سلاطین یورپ میں خوشی منائی گئی۔ لیکن محمد پاشا
 صدر اعظم نے چھ مہینے کے اندر جس میں اہل یورپ اس کامیابی کے جشن میں مصروف
 تھے نہایت کوشش اور ہمت کے ساتھ ڈھائی سو جدید جہاز تعمیر کر لئے۔ چنانچہ
 جاڑا گزرنے کے بعد نو بہار کے موسم میں یورپ نے دیکھا کہ بحیرہ روم میں ترکوں
 کا وہی اقتدار پھر قائم ہے جو فتح سے پہلے تھا۔ اس لئے جمہوریہ ونیس کو بحیرہ روم
 ترکوں کے ہاتھ میں چھوڑنا پڑا۔ مزید برآں اس نے تاوان جنگ بھی ادا کیا۔
 دوں جوان نے اسپینی بیڑہ لے جا کر تونس پر قبضہ کر لیا تھا۔ مگر ترکی
 بیڑہ نے قلیچ علی پاشا کی قیادت میں پہنچ کر اس کو وہاں سے نکال دیا۔
 آٹھ سال سلطنت کرنے کے بعد ۲۷ رمضان ۹۸۲ھ میں سلیم
 نے انتقال کیا۔

مراد خاں ثالث

سلیم نے چھیلے چھوڑے تھے۔ مراد احمد سلیمان مصطفیٰ جہانگیر اور عبداللہ۔ اس کے مرنے کے بعد مراد جو بڑا تھا، اور جس کی ولادت ۹۵۳ھ میں ہوئی تھی تخت نشین ہو۔ اس نے سب سے پہلے اپنے پانچوں بھائیوں کو قتل کر دیا۔ سلیم کے زمانے میں ترکوں میں شراب خواری کثرت سے پھیل گئی تھی خاص کر انگشاریہ میں مراد نے اس کی بابت آسماعی احکام جاری کر دیئے۔ انگشاریہ نے شورش کی اور اس کو عبور کر دیا کہ ان کے لئے ان مقدار میں جس سے نشہ نہ پیدا ہو۔ مباح کر دئے۔

۹۸۳ھ میں شاہ پولونیا کے فرانس چلے جانے پر وہاں کے باشندوں نے فرانسسی سفیر متینہ بابالی کے شورش سے ٹرانسلوانیا کے فرمانروا کو جو دولت علیہ کا تابع تھا، اپنا حکمراں تسلیم کر لیا۔ اس طرح پر پولونیا خود ترکی حمایت میں آگیا۔

محمد پاشا صدر اعظم نے جملہ معاہدات کی جو سلطنتوں کے ساتھ تھے تجدد
 کی۔ فرانس کے ساتھ تعلقات اچھے تھے اس کے سیر کو دلدل یورپ کے جملہ سفراء پر
 باب عالی میں تفویض حاصل تھا اور بحر جمہوریہ ونس کے دیگر یورپین سلطنتوں کے
 تمام تجارتی جہاز ترکی سمندریں میں صرف فرانسیسی جہتدالگا کر داخل ہو سکتے تھے بلکہ
 کی ملکہ ایلزبتھ نے اپنے تجارتی معاہدے میں یہ حق خاص طور پر حاصل کر لیا کہ اس کے
 ملک کے جہاز انگریزی علم کے ساتھ آسکیں گے۔

۱۸۹۶ء میں مرآت شمس کا سلطان شریف عبداللہ فوت ہو گیا۔ اس کی
 مرآت شمس | جگہ اس کا بیٹا محمد مستنصر تخت پر بیٹھا۔ اس کی بدلیا تھی کہ دیکھ کر اس

چچا شریف عبدالملک سلطنت کا دعویٰ لے کر اٹھا۔ اور حکومت عثمانیہ سے امداد
 طلب کی۔ مستنصر نے پرتگالیوں سے اعانت چاہی۔ چنانچہ وہ ایک زبردست
 بیڑہ تین سو توپوں کے ساتھ لے کر آئے۔ باب عالی نے رمضان پاشا والی
 الجزائر کو مقابلہ کا حکم دیا۔ اس نے دادی سیل میں پرتگالیوں کو شکست دی جس
 میں شاہ پرتگال اور مستنصر دونوں مدد میں ہزار فوج کے مارے گئے۔ عبدالملک
 ثانی سیادت میں تخت سلطنت پر آ گیا۔

ایرانیوں کی دہاڑ دستی کی وجہ سے پھر ان کے ساتھ جنگ
 دیگر فتوحات | شروع ہوئی اور ترکی فوجوں نے قفس اور شامی فتح کرتے
 ہوئے قفقاز تک قبضہ کر لیا۔ اس اشار میں ایران میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ شاہ

طہاسپ کو زہرے دیا گیا۔ اور اس کی جگہ اسمعیل مرزا تخت پر آیا۔ جس نے اپنے
 آنکھوں بھائیوں کو قتل کر ڈالا۔ ڈیڑھ سال کے بعد وہ بھی مر گیا۔ اس فرصت میں
 لاد مصطفیٰ کی تحریک سے عثمان پاشا نے جا کر گرجستان کو فتح کر لیا۔ اور فرہاد پاشا
 نے ایرانی فوجوں سے تبریز اور شروان لے لیا۔

انکشاریہ کا نظام اس قدر ابتر ہو گیا کہ انہوں نے تہرہ اور سرکشی

یورپ اختیار کر لی۔ اور جا بجا قتل و غارت کرنے لگے۔ بعض بعض حکام

اور عمال کو بھی مار ڈالا۔ صدر اعظم نے ہنگری کے ساتھ اعلان جنگ کر کے ان کو اس
 لڑائی میں لگا دیا۔ لیکن وہاں وہ کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ کر سکے! اسی اثناء
 میں رومانیہ اور ٹرانسلوانیا نے روڈلف شاہ آسٹریا اور قیصر جرمنی کی مدد
 سے اپنے استقلال کا دعویٰ کر دیا۔ صدر اعظم سنان پاشا خود مقابلے
 کے لئے گیا۔ اور ان کو شکست دے کر بخارست پر قبضہ کر لیا۔ لیکن پھر انہوں نے
 مجتمع ہو کر اس کو وہاں سے نکال دیا اور دریلے ڈینیوب سے دھکیلے ہوئے
 نیکرپلی تک آ گئے۔

۱۰۳۳ء میں مراد نے وفات پائی۔ شاعری میں مشہور تھا۔ ترکی۔ فارسی

عربی تینوں زبانوں میں کہتا تھا۔ اور نہایت عیاش جس کی وجہ سے اس
 کے عہد میں حرم ہرا کی بیگیاں امور حکومت میں دخل دینے لگی تھیں۔ مرتے وقت
 ۱۰۳۱ء میں سے ۲۷ بیٹیاں اور ۲۰ بیٹے چھوڑے۔

محمد ثالث

مراد کے بعد اس کا بڑا بیٹا محمد سلطان ہوا۔ اس نے تخت پر بیٹھے ہی اپنے
۱۹ بھائیوں کو قتل کرادیا۔ جو سب کے سب باپ کے ساتھ دفن کئے گئے۔

مراد کی نضر نخر چہیوں سے قرضے کا بار بہت ہو گیا تھا۔ محمد نے ان سب کو
ادا کیا۔ ان قرضوں کا اندازہ کچھ اس سے ہو سکتا ہے کہ سلطانی مہلکے کے لئے جو سبزی
آتی تھی اس کی قیمت میں سے ۸۰ ہزار اشرفیاں باقی تھیں۔

محمد نے دیکھا کہ وزیر اعلیٰ الاعلان مناصب فروخت کر رہے ہیں جس سے
نالائقوں کے ہاتھ میں ولایات کی حکومتیں چلی جا رہی ہیں اور جا بجا بد انتظامی
کی وجہ سے فتنہ اور فساد برپا ہو رہے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ ترکی فوج آزمودہ
کار امریکہ کے نہ ہونے سے مسلسل شکستیں کھا رہی ہے۔ اس لئے خود ہمارے
سلطنت کی طرف توجہ کی سب سے پہلے میدان جنگ میں پہنچا جس سے فوج میں

حمیت اور جرأت پیدا ہو گئی۔ اور اس نے غنیمت کا تحت الٹ دیا۔ یہاں تک کہ
 قلعہ اربو بھی فتح کر لیا۔ جس کے لینے سے سلطان سلیمان بھی عاجز تھا۔ دشمنوں کو
 مغلوب کرنے کے بعد طبرستان کے ساتھ آستانہ داپس آیا۔ پھر اناطولیہ
 میں جو بغاوت پھیلی ہوئی تھی۔ ایک عرصہ کی جنگ و جدال کے بعد اس کو فرو کیا
 اس داخلی شورش میں شاہ عباس نے موقع پا کر تیریز پر قبضہ کر لیا تھا اور
 دان کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ اس کے مقابلے کے لئے امیر طبریزوں حسن
 پاشا متعین ہوا۔

اسی حالت میں ۱۰۱۲ھ میں مجدد ۳ سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔

احمد اول

محمد کے بعد اس کا بڑا بیٹا احمد جس کی ولادت ۹۹۸ھ میں ہوئی تھی ۱۰ سال کی عمر میں سلطان بنایا گیا۔ ملک کی حالت اس وقت نہایت سقیم تھی کیونکہ حدود عجم پر شاہ عباس اپنی پوری قوت کے ساتھ بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ اور تبریز کے بعد شامی، شروان، آقچہ قلعہ اور فارس لے چکا تھا۔ اور مغربی حصار پر آسٹریا کی فوجیں مصروف پیکار تھیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ولایات شرقی میں جابجی بغاوتیں پھیلی ہوئی تھیں جن کے سرغنہ جان پولاد اور امیر فخر الدین درزی وغیرہ تھے۔

خوش قسمتی سے اس وقت دولت علیہ کی صدارت پر مراد شاہ آگیا تھا جو نہایت تجربہ کار امیر تھا اور جس کی عمر ۸۰ سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔ سب سے پہلے اس نے اندرونی بغاوت کی طرف توجہ کی۔ اور اس کے ایک بڑے سرگرد

قلندر اعلیٰ کو اپنے ساتھ ملا کر انگورہ کا والی مقرر کر دیا جس کی وجہ سے باغیوں کا جھٹاؤٹ گیا۔ فخر الدین بھاگ کر بادیہ شام میں روپوش ہو گیا۔ اور جان پولاد نے آستانہ میں حاضر ہو کر معافی مانگ لی۔ سلطان نے اس کی جان بخشی کی اور تمسوار کی ولایت عطا فرمائی۔ آخر میں یوسف پاشا نے جو اقلیم صاروں خاں۔ منتشا اور آیدین میں علم بغاوت بلند کئے ہوئے تھا شکست کھائی اور مارا گیا۔ جس سے امن و امان ہو گیا۔

سنان پاشا حرد و عجم کی طرف بھیجا گیا شاہ عباس نے مقابلہ کی تاب نہ لاکر صلح کا پیغام بھیجا بشرطیکہ حرد وہی رکھے جائیں جو سلیمان اعظم کے زمانے میں تھے۔ مراد

شاہ عباس

پاشا نے منظور نہیں کیا۔ لیکن اسی درمیان میں وہ استقال کر گیا۔ اور نضوح پاشا صدارت پر آیا۔ جس نے شاہ عباس کی شرطوں پر سنان پاشا کو مصالحت کی ہدایت کی۔ صرف یہ اضافہ کیا کہ دو صد خرد و حریر سالانہ ایران بھیجا کرے۔ یہ پہلا معاہدہ تھا جس میں دولتِ علیہ نے خسارہ اٹھایا۔ اور اس کو اپنے بعض مفتوحہ قلعے اور علاقے چھوڑ دینے پڑے۔

آسٹریا کے مقابلے کے لئے یاوز علی پاشا متعین ہوا تھا۔ وہ بلغراد میں

یورپ

پہنچ کر استقال کر گیا۔ اس کی جگہ لالہ محمد پاشا بھیجا گیا۔ متعدد معرکوں کے بعد آخر میں حکومت آسٹریا نے ہنگری سے دست برداری لکھی۔ اور کانیشا پر عثمانی قبضہ تسلیم کیا۔ اور دولتِ علیہ نے تیس ہزار دوک سالانہ جرزیہ کی رقم جو آسٹریا

نے اس کو وصول ہونی تھی چھوڑ دی ۱۰۱۵ھ میں ویانا میں اس عہد نامہ کی تکمیل
ہوئی۔ تاریخ میں یہ معاہدہ ستوا تو روک کے نام سے مشہور ہے۔

اب اگرچہ ہر طرف سے امن ہو گیا تھا۔ لیکن مالطہ۔ اسپین اور اطالیہ کی
جنگی کشتیاں بحیرہ روم میں دولت علیہ کی کشتیوں پر حملے کرتی رہتی تھیں۔ صدر
اعظم نے حملہ تری کشتیوں کو بحیرہ روم میں لاکر جمع کر دیا۔ جس کی وجہ سے بحیرہ روم
میں روسیوں نے فارت گری شروع کر دی۔ اس جرم پر سلطان نے صدر اعظم کو
۱۰۲۱ھ میں قتل کر دیا۔

۱۰۱۹ھ میں ہالینڈ کے ساتھ تجارتی معاہدہ ہوا۔ اور جو مراعات فریخ اور
انگلش تجارت کو دی گئی تھیں۔ اس کے تاجروں کو بھی دی گئیں۔ نیز دیگر مغربی
سلطنتوں کے ساتھ جو عہد نامے تھے ان کی تجدید ہوئی۔ فرانس کے حقوق میں
کچھ اور بھی اضافہ کیا گیا۔

دندیزی تاجروں کے ذریعے سے اسی زمانے میں ترکی میں تمباکو آیا
اور اس کو لوگ استعمال کرنے لگے۔ مفتی اعظم نے اس کی حرمت کا فتوے
شائع کیا۔ لیکن فوج اور خود سلطانی کو شک کے خدام کی مخالفت کی وجہ سے
مباح کرنا پڑا۔

۲۳ ذیقعدہ ۱۰۲۶ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۶۱۷ھ کو سلطان احمد نے

دفات پائی۔ اس کا بیٹا عثمان اس وقت تیرہ سال کا تھا۔ اس لئے وہ اپنے

عابی مصطفیٰ کے لئے سلطنت کی وصیت کر گیا۔

مصطفیٰ اول

مصطفیٰ نے اپنی ساری زندگی حرم میں گزاری تھی۔ اس وجہ سے ضعیف العقل اور امور سلطنت سے بے خبر تھا۔ امرائے جیب یہ حالت دیکھی تو تین مہینے کے بعد تخت سے اتار دیا۔ اور سلطان احمد کے بڑے بیٹے عثمان کو بٹھایا اس میں انگشاری نے خاص حصہ لیا۔ کیونکہ جب کوئی نیا سلطان تخت نشین ہوتا تھا تو وہ انعام لیتے تھے۔

عثمان ثانی

عثمان کے تخت نشین ہوتے ہی بولونیا اور ہستان کے امیر نے بغداد کے محلے میں دست اندازی شروع کی۔ عثمان نے لشکر کشی کی۔ لیکن اس سے پہلے اپنے بھائی عجز کو قتل کر دیا۔ تاکہ تخت کی طرف سے اطمینان رہے۔ نیز مصفی کے بھی اختیارات محدود کر دیئے۔ تاکہ وہ اس کی معزولی کا فتوے نہ دے سکے۔

بولونیا کی فوج سے پہلا مقابلہ شوک زہم میں ہوا۔ عثمانیوں نے شکست کھائی۔ اور تیس ہزار ترک شہید ہوئے۔ انکشاریہ نے کرنے سے انکار کر دیا۔ اس وجہ سے عثمان مجبوراً صلح کر کے چلا آیا۔ اور دل میں یہ ٹھان لیا کہ انکشاری فوج کو توڑ کر رہے گا۔ چنانچہ ایشیائی ولایت میں جدید فوجیں بھرتی کرائیں۔ اور جب وہ منظم ہو گئیں تو انکشاریہ کو نکالنا شروع کیا۔ انہوں نے بغاوت کر دی اور ۹ رجب ۱۰۳۱ھ میں سلطان مصطفیٰ کو دوبارہ تخت پر بٹھا دیا۔ اور عثمان کو پکڑ کر گھسیٹے۔

اور گالیاں دیتے ہوئے یدی قلعے کے سامنے جا کر قتل کر ڈالا۔ اب انکشاریہ کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ جس کو چاہتے معزول کرتے اور جس کو چاہتے منصب دیتے۔ داؤد پاشا صدر اعظم کو جس نے بغاوت میں ان کا ساتھ دیا تھا، خفیف کی مخالفت پر قتل کر دیا۔ امرار دلایت نے یہ دیکھ کر جا بجا اپنے استقلال کے اعلان کر دیئے۔ یوسف پاشا والی طرابلس شام خود مختار ہو گیا۔ اور اباطا پاشا والی ارضروم بھی بلکہ اس نے بڑھ کر سیواس اور انگوڑہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

خود دار الخلافہ میں بھٹارہ پینے تک فتنہ و فساد کا بازار گرم رہا۔ اور لوٹ مار اور غارتگری جاری رہی۔ آخر میں کمانکش پاشا صدر اعظم ہوا جس نے امن و امان قائم کیا۔ اور مصطفیٰ کو تخت سے اتار کر سلطان احمد کے تیسرے بیٹے مراد کو بٹھایا۔

مُراد راج

مراد ۲۲، جمادی الاول ۱۰۱۸ھ میں پیدا ہوا تھا۔ ۱۵ ذی قعدہ ۱۰۳۲ھ میں ۳۱ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ اس کی کمسنی کی وجہ سے سرپرستہ ہمت کے ہاتھ میں تھا۔

بکیر آفا شحنہ بغداد نے ازراہ تمرد وہاں کے والی کو قتل کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ حافظ پاشا اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا۔ بکیر آغل نے شاہ عباس کو مدد کے لئے بلایا اور وعدہ کیا کہ میں شہر کو آپ کے حوالے کر دوں گا۔ بشرطیکہ یہاں کا والی مجھ کو بنا دیں۔ شاہ موصوف ذبح نہ کر ایران سے روانہ ہوا۔ ادھر حافظ پاشا کے پہنچنے پر اس کو بھی لکھا کہ اگر تم مجھ کو یہاں کو والی تسلیم کر دو تو میں دروازہ کھل دوں۔ اس نے منظور کر لیا اور ترقی لشکر شہر میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد شاہ عباس نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ بکیر آغل نے ترکوں سے بے وفائی کر کے

ایرانی لشکر کو اندر بلا لیا جس کی وجہ سے عثمانی فوج شہر چھوڑنے پر مجبور ہو گئی لیکن
 شاہ موصوف نے اس جاہل غدار کو اس کی خیانت کی وجہ سے مجمع عام میں قتل
 ۱۰۳۸ھ میں جب عباس نے وفات پائی اور اس کا نو عمر بیٹا شاہ مر
 تخت نشین ہوا خسرو پاشا ترکی پہ دارنے فوج کشی کی اور ہمدان میں داخل ہو گیا
 جا بجا ایرانی مقلبے کے لئے آئے اور ہزیمت اٹھا کر بھاگے۔ خسرو پاشا نے موسم
 زمستان حلب میں گزار کر اداہل بہار میں بغداد کا محاصرہ کیا۔ لیکن تھوڑے دنوں
 کے بعد انکساری نے جنگ سے انکار کر دیا۔ اس لئے بلا فتح کے واپس چلا گیا۔
 انکساریہ کا ٹمرو یہاں تک بڑھ گیا کہ انھوں نے سلطان کے سامنے صد
 کو قتل کر ڈالا اس پر مراد کے دل میں ان کی طرف سے غیظ و غضب پیدا ہو گیا۔ اس نے
 ہماں سلطنت اپنے ہاتھ میں لئے اور رفتہ رفتہ توڑ کر ان کو قابو میں لایا۔ ۱۰۴۵ھ
 میں ان کو خود لے جا کر اریوان اور تبریز کو فتح کر لیا اور دوسرے سال بغدا
 واپس لیا۔ ایرانیوں نے درخواست کی کہ اریوان ہم کو واپس دیدیا جائے اور
 بغداد ہم دولت علیہ کے حصہ میں چھوڑتے ہیں سفراء کی آمد و رفت کے بعد اس
 پر باہم مصالحت ہو گئی۔ اور مدت ہائے دمان سے جو عداوت فریقین میں چلی آئی
 تھی اس کا خاتمہ ہو گیا۔
 یونیا میں بھی بغاوت ہوئی۔ اس لئے اس طرف فوجیں لے کر گیا اور
 اس کو فرو کیا۔

۱۰۲۹ء میں مراد نے وفات پائی۔ اگر زندگی نے وفا کی ہوتی تو تدبیر
 اور فتوحات میں یہ دوسرا سلیمان قانونی ہوتا۔ مگر صرف تیس سال کی عمر
 میں گذر گیا۔

ابراہیم خان

یہ بھی سلطان احمد کا بیٹا تھا۔ ۲۵ سال کی عمر میں ۱۰۴۹ھ میں تخت پر آیا۔ نہایت بے عقل تھا بلکہ لوگ دیوانہ لکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ جنجی خوجہ نامی ایک شخص تھا جس نے اس کے مزاج پر غلبہ پالیا تھا۔ حکومت کا سارا اختیار اس کے ہاتھ میں تھا۔ اور اس نے بے شمار دولت بھی جمع کر لی تھی۔

قرہ مصطفیٰ جو ایک نامی مدیر وزیر تھا۔ صدر اعظم مقرر ہوا۔ لیکن جنجی خوجہ کی دراندازیوں سے قتل کر دیا گیا۔

۱۰۵۱ھ میں یوسف پاشا نے جزیرہ کریمٹ کو فتح کر لیا اسے زلزلے بوسینیا میں سخت بغاوت ہوئی اور جمہوریہ ونیس نے جزیرہ مدلی پر حملہ کیا۔ ابراہیم ایسا برہم ہوا کہ اس نے سفراء دول کو قید کر دیا اور حکم دیا کہ ممالک محروسہ میں جس قدر نصاریٰ ہیں قتل کر دیئے جائیں۔ مگر مفتی اسعد زادمی نے روکا اور کہا کہ امر شرع بین کے بالکل خلاف ہے۔

ابراہیم دن رات بہی شہوات اور لہو و لعب میں مشغول رہتا تھا۔ کبھی قسم
 قسم کے لباس تیار کرتا۔ کبھی عنبر جمع کرتا اور کبھی مشعل لے کر سڑکوں پر غلاموں کے
 ساتھ دوڑتا۔ انکشاریہ نے اس کے عہد میں پھر قوت پیدا کر لی تھی۔ اس نے چاہا
 کہ ان کے رُوسا کو قتل کرادے مگر انہوں نے علماء کو اپنے ساتھ بلا کر اس کی
 معزولی کا فتویٰ لکھا لیا۔ اور ۱۰۵۳ھ میں اس کے بیٹے محمد کو جس کی عمر
 سات سال تھی تخت پر بٹھا دیا۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ یہ بچہ حکومت کے قابل
 نہیں ہے ابراہیم کو واپس لانا چاہا انکشاریہ نے اس خوف سے کہ وہ تخت پر
 آجائے گا تو ہم سے انتقام لے گا کہ شک میں جا کر اس کو قتل کر دیا۔

محمد رابع

محمد کی تخت نشینی کے بعد جنجی خوجہ کے اموال ضبط کر لئے گئے اور پھر وہ قتل

کر دیا گیا۔

سلطان کی کہنی کی وجہ سے انکشاریہ کا تمرد بڑھ گیا۔ انہوں نے رعایا کو لوٹنا شروع کر دیا۔ ملک کی ابتری کی وجہ سے بری اور بھری فوجوں میں بد نظمی پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے عثمانی بیڑے نے دشمنوں سے شکست کھائی۔ ادھر ایشیا کے کوچک میں ایک رئیس قاطرچی ادغلی نے کرسی اختیار کی اور وہاں کے ایک نامی سردار کورجی بی بی کو اپنے ساتھ بلا کر احمد پاشا والی اناطولیہ کو شکست دی۔ پھر قسطنطنیہ کی طرف بڑھے۔ ان کی جمعیت اس قدر تھی کہ آستانہ پر ان کا قبضہ ہو جانا کچھ مشکل نہ تھا۔ مگر ان دونوں میں آپس میں ناچاقی ہو گئی جس کی وجہ سے قاطرچی ادغلی نے کورجی بی بی کا سر کاٹ کر سلطان کی خدمت میں بھیج دیا اور اپنے قصور

کی معافی چاہی۔ سلطان نے اس کو کوہ قرہ مان کا والی مقرر کر دیا جس سے اس
بغاوت کا خاتمہ ہو گیا۔

جمہوریہ وینس کے جنگی جہاز درہ دانیال کے دہانے پر آگے تھے انہوں
کو پریلی نے جملہ تجارتی جہازوں کو اندر جلتے سے روک دیا جس کی وجہ سے
استانہ میں ہر چیز گراں ہو گئی اور لوٹ مار ہونے لگی۔ اس وقت محمد پاشا جو ترکی
تاریخ میں کوپریلی کے نام سے مشہور ہے۔ صدارت کے لئے بلایا گیا۔ ہر چند کہ اس کی
عمر نوے سال کی ہو چکی تھی۔ لیکن اس نے اس فہرہ داری کو قبول کر لیا۔ سب سے پہلے انٹاریہ
کو جو فساد کا چشمہ تھے۔ بہت سے عسکریوں کو ذبح کر کے قابو میں کر لیا۔ پھر ردی
بطریق کو جس کے اغوا سے وینس کا بیڑہ حملہ آور ہوا تھا پھانسی دی اس کے
بعد جنگی کشتیاں سازد سامان سے درست کیے کے مقابلے کے لئے بھیجیں جنہوں
نے ملک سال کی بکوشش کے بعد وینس کے جہازوں کو شکست دے کر ہجکایا
اور وہ جزائر اور مقلات واپس لئے جن پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

ٹرانسلووانیا اور رومانیا میں بھی اضطرابات تھے۔ ان کو اطاعت پر مجبور کر کے
عہد نامے لکھوائے اور اندرون ملک جو جوتے تھے سب فرو گئے۔ کوپریلی ۱۵۷۲ء
میں انتقال کر گیا۔ سلطان محمد نے اس کی جگہ اس کے بیٹے احمد پاشا کو پریلی کو صدارت
کا منصب عطا کیا۔ یہ بھی اپنے باپ کی طرح شجاع، صائب الرائے اور عالی ہمت
تھا۔ اسی کے زمانے میں جنوبی روس کے باشندے تو ذرا ق دولت علیہ کی حمایت میں

آئے۔ نیز بولونیا نے یوکرین پر حملہ کر دیا تھا۔ وہاں کے والی نے سلطان سے بڑے طلب کی ۱۰۸۲ء میں احمد پاشا فوج لے کر گیا۔ سلطان بھی ساتھ تھا۔ بولونیا والوں نے شکست کھائی۔ اور یوکرین نے دولت علیہ کی سیادت قبول کی۔

یہ ہوشمند وزیر پندرہ سال دیانت کے ساتھ سلطنت کی خدمت کرتے کے بعد ۱۰۸۷ء میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد کوپری کا داماد قرہ مصطفیٰ پاشا صدر آہر آیا۔ اس نے آسٹریا میں جا کر ویانا کا محاصرہ کیا اور قریب تھا کہ اس کو فتح کیے لیکن اہل بولونیا نے اچانک حملہ کر دیا۔ جس کی وجہ سے شکست کھا گیا۔ سلطان نے اس کو معزول کر کے ابراہیم پاشا کو صدر بنا دیا۔

ویانا پر ترکوں کی شکست سے یورپ بھر میں خوشی منائی گئی۔ اور آسٹریا بولونیا۔ جمہوریہ ونیس۔ ریمان

مقدس عہد

ماریطیا پائسے روم اور سلطنت روم سب نے مل کر باہم مقدس عہد کیا کہ عثمانیوں کو یورپ سے نکال دیں۔ متعدد مقامات پر انھوں نے فتوحات بھی حاصل کیں اور آسٹریلیا نے ہنگری واپس لے لیا اور ونیس کے جزیرہ نما سے مورہ پر قبضہ کر لیا۔ سلطان نے ابراہیم پاشا کو برطرف کر کے سلیمان پاشا کو صدارت پر بلا دیا۔ اس نے بوداپست پر لشکر کشی کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اس لئے اس کی جگہ سیاوش پاشا مقرر ہوا۔ مگر فوج اس سے خوش نہ تھی۔ چنانچہ مخالفت کا جھبٹ ڈاکھڑا کر کے آستانہ کی طرف آئی۔ انکھاریہ نے اپنی دیگیں میدان میں لا کر ڈال دیں۔ جوان کی بغاوت

کی علامت تھی۔ محمد اپنے تفریحی مشاغل اور شکار میں مصروف تھا۔ سلطنت کے معاملات سے کچھ سروکار نہ رکھتا تھا۔ اس وجہ سے ارکانِ دولت نے مفتی سے اس کی معزوری کا فتویٰ لے کر تخت سے اتار دیا۔ اور اس کے بھائی سلیمان کو سلطان بنا دیا۔



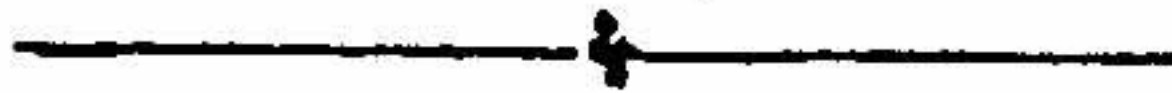
سیمان ثانی

سیمان کی ولادت ۱۰۵۲ھ میں ہوئی تھی اپنے بھائی محمد رابع کی معزولی کے بعد ۱۰۹۹ھ میں ۴۷ سال کی عمر میں تخت سلطنت پر آیا۔ انکساری نے سیاوش پاشا کو قتل کر کے اس کا گھر لوٹ لیا اور بہت سے امیروں اور وزیروں کو بایا اور نکال دیا۔ تیز شہر کے تاجروں اور دولت مندوں کو لوٹنے لگے۔ ایک دوکاندار نے جھنڈا کھڑا کیا۔ جس کے نیچے ہزاروں آدمی آکر جمع ہو گئے۔ ان سب لوگوں نے جا کر سلطان سے فوج کے مظالم پر فریاد کی۔ اس نے بڑی مشکلوں سے ان کی دست اندازیوں کو روکا۔

دارالخلافہ کے اس انتشار کی وجہ سے مخالفین کو موقع مل گیا چنانچہ **آسٹریا** آسٹریا کی فوجوں نے بلغراد کو فتح کر لیا اور نیش تک آگئیں سلطان نے مشہور وزیر کو پیرلی کے پوتے مصطفیٰ کو صدارت پر طلب کیا۔ اس نے سب سے

پہلے فوج کو تباہ میں کیا اور اس کو لے کر دشمنوں کے مقابلے کے لئے بڑھا۔ جا بجا فتوحات حاصل کیں۔ روم اہلی کے جو مقامات نکل گئے تھے واپس لئے اور دولت علیہ کا گیا ہوا عرب اقتدار پھر قائم کیا۔

۱۱۰۲ھ میں مرض استسقا میں سلیمان نے وفات پائی۔ عابد و زاہد و علم دوست تھا جس وقت سلطنت کے لئے بلایا گیا تھا انکار کر دیا تھا۔ بڑے اصرار سے لوگ تخت پر لائے تھے۔



احمد ثانی

سلیمان ثانی کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس وجہ سے اس کا بھائی احمد خاں جس کی ولادت ۱۰۵۳ھ میں ہوئی تھی تخت نشین ہوا۔ اس نے جملہ ہمت کو وزیر کوپری کے ہاتھ میں چھوڑ دیا مگر اس کی عمر نے وفات کی اور عین جوانی میں اسی سال انتقال کر گیا۔ اس کے بعد عربی علی پاشا اس کی جگہ پر آیا۔ لیکن اس میں وہ لیاقت نہ تھی۔ احمد کے زمانے میں کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا۔ بجز اس کے کہ جمہوریہ وٹس نے جزیرہ سائز پر قبضہ کر لیا۔ ۲۱ دیقعدہ ۱۱۰۶ھ میں احمد انتقال کر گیا۔

مصطفیٰ ثانی

مصطفیٰ ثانی سلطان محمد رابع کا بیٹا ہے۔ اس کی ولادت ۸ ذیقعدہ
۱۰۶۴ھ میں ہوئی تھی۔ شجاعت میں نامور تھا۔ تخت نشینی کے تیسرے دن بولونیا
پر فوج کشی کی اور کئی مقامات پر فتوحات حاصل کیں۔

پیر اعظم زار روس نے ازاق کا محاصرہ کر رکھا تھا اور چاہتا تھا کہ
مخاربات اس کو فتح کر کے بحیرہ اسود پر روسی بندرگاہ بنالے سلطان نے
پہنچ کر اس کو وہاں سے ہٹا دیا۔ پھر ہنگری پر حملہ کیا اور قلعہ لپانچ کیتے ہوئے مقام
لوگوس میں جنرل فرانی ہنگری کے سپہ سالار کو سخت شکست دے کر مع چھ
ہزار سپاہیوں کے تلور کے گھاٹ آنا دیا۔

۱۰۶۵ھ میں اولاش میں آسٹریلیوں پر فتح حاصل کی جس کی وجہ سے
وہاں کا مشہور سپہ سالار اوجین دی سا فو اقلے کے لئے آیا۔ اس نے ترکوں

پر اس وقت اچانک حملہ کر دیا۔ جب کہ وہ دریائے نیس کو عبور کر رہے تھے نہایت
 ابتری پھیلی۔ بہت سے ترک متغول اور بہت سے غرق ہو گئے۔ صدر اعظم اس
 پاشا بھی مارا گیا۔ اور اگر سلطان دریل کے اس پار نہ ہوتا تو وہ بھی نہ بچتا۔ اس کے بعد
 ادین نے بوسینیا پر قبضہ کر لیا۔

سلطان کو اس طرف مشغول دیکھ کر پیر اعظم نے اذاق پر قبضہ کر لیا جس کی
 وجہ سے سلطنت عثمانیہ دو طرف سے خطرے میں پڑ گئی۔ ادھر آسٹریا۔ ادھر روس
 لیکن حسین پاشا کو پرلی نے جزیرہ روس جمہوریہ ونیس سے واپس لیا۔ آخر میں
 ۱۷۱۳ء میں دولت علیہ کا روس۔ آسٹریا۔ ونیس اور بولونیا کے ساتھ معاہدہ
 ہوا جو عہد نامہ روفتش کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ترکوں کو سنگری اور
 ٹرانسلوانیا آسٹریا کے لئے یوکرین بولوشیا کے لئے۔ اذاق روس کے لئے اور جزیرہ نکائی
 مورہ اور اقلیم ڈلماسیا ونیس کے لئے چھوڑنا پڑا۔ نیز یہ کہ آسٹریا آٹہ اس کو کوئی
 رقم بطور جزویہ کے بلکہ ہدیہ کے بھی نہیں دے گا۔

اس مسئلہ کا آغاز اگرچہ پہلے سے ہو چکا تھا لیکن
مسئلہ شرقیہ اس معاہدے کے بعد دوں یورپ کے مطامع ترکی
 اٹلاک کی طرف بڑھ گئے۔ اور دریائے ونیس کی شکست کے بعد ترکی فوجوں کا اہل
 مغرب پر جو رعب تھا جاتا رہا۔ اس لئے ان دو دولتوں نے یہ طے کر لیا کہ نہ صرف
 یہ کہ ترکوں کو آگے بڑھنے سے روکیں بلکہ رفتہ رفتہ یورپ سے خارج کر دیں تاکہ اسلام

یجیت کا حریف نہ بن سکے۔

یہی وہ مسئلہ ہے جو مسئلہ شرقیہ کے نام سے موسوم ہے اور جو حقیقتاً بالکل مذہبی ہے مگر کمزور مسیحی اقوام کی حمایت کے نام سے اس پر سیاسی پردہ ڈالا گیا ہے۔ صدر اعظم حسین پاشا نے ملک کو خطرات سے گھرا ہوا دیکھ کر نہایت ہمت اور فرزانگی سے داخلی اصلاح کی طرف توجہ کی۔ تاکہ اقتصادی حالت کی درستی سے فوجی قوت میں اضافہ ہو۔ اس لئے خصوصیت کے ساتھ مسیحی رعایا کو راضی رکھنے کی کوشش کی۔ اور ان کے ساتھ مراعات برتی۔ تاکہ دشمنانِ دولت کو اپنے دسائس سے ان میں بغاوت پھیلانے کا موقع نہ مل سکے۔

حسین پاشا نے ملک کی انتظامی حالت بہت کچھ ٹھیک کر لی تھی اور سب کو امیدیں ہو گئی تھیں کہ وہ دولتِ علیہ کی قوت اور شوکت کو پھر تازہ کر دے گا۔ لیکن شیخ الاسلام فیض الہند آندی کی دراندازیوں سے جو سلطان کا استاد تھا حسین پاشا کو صدارت چھوڑنی پڑی۔ اس کی جگہ پر مصطفیٰ پاشا آیا جو چاہتا تھا کہ معاہدہ کاردفنش کو توڑ کر آسٹریا پر فوج کشی کیے۔ شیخ الاسلام نے اس کو بھی برطرف کر دیا۔ اور اپنے ایک خاص دوست رانی پاشا کو صدارت دلوائی۔ جس نے شیخ الاسلام کے چاروں بیٹوں کو بڑے بڑے مناصب پر مقرر کر دیا۔ انکشاریہ اور دیگر امرانے رانی پاشا کی مخالفت کی اور سلطان سے اس کی معزولی

کے خواہاں ہوئے۔ اس نے شیخ الاسلام کے دباؤ سے انکار کر دیا۔ جس پر
 انھوں نے ۱۱۱۵ھ مطابق ۱۷۰۳ء میں سلطان کو معزول کر کے اس کے
 بھائی احمد کو تخت پر بٹھا دیا۔

احمد ثالث

احمد سپہر سلطان محمد رابع کی ولادت ۳ رمضان ۱۰۸۳ھ میں ہوئی تھی۔ اس کے تخت پر بیٹھے ہی انگٹاریہ نے شیخ الاسلام فیض اللہ کو قتل کر ڈالا۔ سلطان نے اپنے داماد حسن پاشا کو صدر اعظم مقرر کر دیا۔ اس نے امن و امان قائم کیا۔ نیز بہت سے مد سے کھولے اور ترسانہ یعنی کارخانہ جہاز سازی کو ترقی دی۔

زائد اس پیر اعظم نے جو لاکھ عمل اپنے ملک کے سامنے رکھا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو۔ ہم ایک طرف پیر اعظم ہندستان اور دوسری طرف قسطنطنیہ سے قریب تر ہوتے جائیں۔ کیونکہ ہندستان کی دولت جس کے پاس ہو وہ ساری دنیا سے لے لیا ہے اور قسطنطنیہ پر جس کا قبضہ ہو وہ سامنے عالم پر حکومت کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے اس

مقصد کی تکمیل کے لئے سوید کے بادشاہ شارل دو وز دہم کے ساتھ جنگ شروع کی تاکہ درمیانی سلطنتوں کو کمزور کر کے قسطنطنیہ کے لئے اپنا راستہ صاف کرے۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس وقت ترکوں نے پیٹر کی سیاست کو مطلق نہیں سمجھا۔ ورنہ ان کمزور سلطنتوں کی حمایت کرتے۔ شارل نے ہر چند اعانت طلب کی لیکن باب عالی نے کوئی توجہ نہیں کی۔ حالانکہ وہ اس قدر بہادر تھا کہ روسیوں کو اس نئے متحدہ شکتی دی تھیں، اور دولت علیہ نے اس کی مدد کی ہوتی تو غالباً ماسکو پر قابض ہو جاتا۔ آخر میں پولٹاوا میں شکست کھانے کے بعد وہ باامید اسد اعرصہ تک ترکی علاقہ میں پڑا رہا۔ مگر جب کوئی صورت نہ دیکھی تو چلا گیا۔

اس کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد جب بلطاجی محمد پاشا صدریت پر آیا تو روس کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ محمد پاشا نے دو لاکھ فوج کے ساتھ پیٹر اعظم اور اس کی ملکہ کیتھرین کو دریائے بروٹ کے متصل ایک قلعہ میں محصور کر لیا۔ لیکن ملکہ مذکورہ نے اپنے زیورات اور جواہر اس کی خدمت میں بھیج دیئے جس کی وجہ سے اس نے ۹ جمادی الثانی ۱۱۲۳ھ کو پیٹر سے صرف یہ معاہدہ لکھوا کر کہ وہ قوزاق کے مخالفین میں حل دے گا۔ محاصرہ اٹھا لیا سلطان نے اس خیانت پر اس کو معزول کر دیا۔ اور یوسف پاشا کو صدر بنایا

جو صلح پسند تھا۔ اس نے روس کے ساتھ معاہدہ کیا کہ فریقین میں ۲۵ سال تک جنگ نہ ہوگی۔ مگر چند ہی مہینوں کے بعد بوجہ اس کے کہ پٹرنے معاہدہ مذکور کی بعض شرطیں پوری نہیں کیں جنگ پھر ٹپکی۔ ہالینڈ اور انگلینڈ نے اپنے تجارتی نقصانات کے خطرے سے بچ میں پھر صلح کرادی۔ اور نہ میں معاہدہ لکھا گیا۔ جس میں روس کو بحیرہ اسود پر کوئی بندرگاہ نہیں دی گئی۔

۱۱۲۷ء میں جمہوریہ وٹس کی حمایت سے مانیٹنگرو نے بغاوت کی۔ صدر اعظم علی پاشا نے فوجیں لے جا کر جزیرہ مورہ اور اس سائے عثمانی علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ جو اس نے دبا رکھا تھا۔ وٹس نے فرانس اور آسٹریا سے امداد چاہی۔ پرنس ادولف فون لے کر آیا۔ علی پاشا مقلبے میں مارا گیا۔ اور ترک شکت کھل گئے پرنس مذکور متسوار اور بلنراد لیتا ہوا تیش تک آ گیا۔ اس وقت انگلینڈ اور فلنگ نے باہم مصالحت کرادی۔ جس میں بلنراد اور سربیا کے ایک بڑے حصے سے دولت علیہ کو دست بردار ہونا پڑا۔

علی پاشا کی جگہ ابراہیم پاشا صدر ہوا جو سلطان کا رستہ دار تھا۔ اس نے باسفور کے ساحل پر عالی شان محلات تعمیر کرائے۔ اور ان میں باغات لگائے۔ دروازہ طرب نشاٹ کی محفلیں کرتا تھا جن میں خود سلطان بھی شریک ہوتا تھا اس وجہ سے اکثر ارکان سلطنت میں عیش پرستی کا مرض پھیل گیا۔

ایران | اس زمانے میں میراثرف کے تغلب سے شاہ ایران ہما سپ

خراسان کی طرف بھاگ گیا تھا۔ تیرکی فوجوں نے یورپ کے نقصان کی تلافی کے لئے آرمینیا اور گرجستان پر قبضہ کر لیا۔

شاہ طہاسپ نادر شاہ کو ساتھ لے کر اصفہان کی طرف آیا۔ اور میر اشرف کو شکست دے کر اپنے آبائی تخت پر قابض ہو گیا۔ پھر باب عالی میں سفیر بھیجا کہ جو حصے ایران کے لئے گئے ہیں چھوڑ دیئے جائیں۔ صدر اعظم اور سلطان دونوں اپنے عیش میں مصروف تھے۔ کسی نے کوئی توجہ نہ کی۔ طہاسپ نے بڑھ کر تبریز پر قبضہ کر لیا۔ اور تیرکی فوجوں کو مار کر نکال دیا۔ اس وجہ سے امراء انکشاریہ نے صدر اعظم کو قتل کر کے اس کے اموال لوٹ لئے۔ اور سلطان کو مخلوع کر کے اس کے بھتیجے محمود کو تخت نشین کر دیا۔

سلطان احمد کے زمانے میں تیرکی سلطنت میں پہلا مطبع قلم کیا گیا اس کے کھولنے کی اجازت مفتی اعظم نے اس وقت دی۔ جب یہ شرط لے لی کہ اس میں قرآن نہ چھاپا جائے کیوں کہ ہر صوف کو تحریف کا خطرہ تھا۔

محمود اول

محمود اول سلطان مصطفیٰ ثانی کا بیٹا ہے۔ اس کی ولادت ۳۳ شرم
 ۱۱۰۸ھ میں ہوئی تھی۔ ۱۱۴۳ھ میں سریر سلطنت پر آیا۔ اس وقت ایک
 حجام بطرونہ تسلیم جو اس جماعت کا سرغنہ تھا۔ جس نے احمد کو مخلوع کیا تھا
 بہات سلطنت پر قابض تھا۔ محمود نے اس کے استبداد سے تنگ آکر اس کو
 قتل کر دیا۔ اور طوبال عثمان پاشا کو صدارت پر بلایا۔

اس زمانے میں ایران میں نادر شاہ افشار تخت پر آگیا تھا
نادر شاہ اس نے بغداد پر چڑھائی کی۔ طوبال پاشا نے جا کر مقابلہ
 کیا۔ مگر مارا گیا۔ نادر نے پھر روس پر حملہ کیا۔ اور وہاں بھی ترکوں کو شکست دے
 دی۔ آخر میں ۱۸ جمادی الاول ۱۱۴۹ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۷۳۶ء میں تفریس میں باہمی
 عہد مصالحت ہوا۔ جس میں دو سلطنتوں کے حدود وہ لکھے گئے جو مراد رابع

کے زلزلے میں ۱۶۳۹ء کے معاہدے میں طے ہوئے تھے:

روس آسٹریا عاریات عجم کی مصر و فیت کے زلزلے میں روسیوں نے فوج کشی کی۔ دولت علیہ نے بھی فوجیں بھیجیں۔ روس

نے آسٹریا کو بھی اپنے ساتھ متحد کر لیا۔ لیکن علی پاشا والی بوسنیا اور کوپریلی پاشا نے نیس میں اس کو سخت شکست دی اور بلغراد بھی لے لیا۔ صدر اعظم

یعنی پاشا نے اس سے بھی آگے بڑھ کر اس کو سمندرہ میں ہزیمت دی ادھر خان کریمیا اور سر عسکر عثمان پاشا نے روسیوں کو شکست دے کر ہٹایا۔ اس وجہ سے ان

دونوں سلطنتوں نے فرانسیسی سفیر کے توسط سے صلح چاہی۔ ۱۶۴۱ء جمادی الثانی

۱۱۵۳ء کو عہد مصالحت لکھا گیا جس میں آسٹریا سے بلغراد اور روس نے اذاق

سے دست برداری لکھی۔ نیز یہ کہ روس کو بحیرہ اسود میں کسی جنگی رکنے

کا حق نہ ہوگا۔

۱۱۵۶ء میں نادر شاہ نے پھر بلغراد پر حملہ کیا۔ قریب تھا کہ پاشا

اس کو شکست دے۔ لیکن تپ محرقہ میں مبتلا ہو کر وفات پا گیا جس کی وجہ سے

ترکوں نے ہزیمت اٹھائی۔ اور دولت علیہ کو مصالحت کرنی پڑی۔

نادر شاہ نے سلطان محمود کے پاس بوجہ خلیفۃ المسلمین ہونے کے

بار بار درخواست بھیجی کہ نہ ہیب جعفری پانچواں مذہب تسلیم کیا جائے اور

خانہ کعبہ میں جہاں چار مصلے ہیں۔ ایک مشعلی جعفری بھی بڑھایا جائے لیکن

ترکی کے شیخ الاسلام نے اس کو منظور نہیں کیا۔

ان محاربات کے بعد سلطان محمود نے اپنی تمام تر توجہ ملک کے اندر
انتظامات کی طرف منحطف کی۔ اور نو سال تک لگاتار علمی اور اقتصادی
ترقی دینے میں مشغول رہا۔ ایا صوفیہ اور جامع محمد فاتح میں کتب خانے قائم کئے
اور نور عثمانیہ نامی ایک جامع بھی تعمیر کرائی۔

۱۱۶۰ء مطابق ۱۱۵۴ھ آسٹریا کے بادشاہ کی وفات پر
فرانس اس کی بیٹی تخت پر بیٹھی۔ شاہ فرانس نے اپنی پرانی عداوت
کی وجہ سے بعض دلد کے ساتھ مل کر تقسیم کے ارادے سے آسٹریا پر حملہ
کیا۔ سلطان محمود کو بھی لکھا کہ اس موقع پر اگر دولت علیہ بھی توجہ کشی کرے
تو سنگری یقیناً اس کو واپس مل جائے گا۔ جس سے روسی پیش قدمی کا
سدباب ہو سکیگا۔ درہ رفتہ رفتہ روس ان حدود میں اتنی طاقت حاصل
کر لے گا کہ سلطنت عثمانیہ خطرے میں پڑ جائے گی۔

ہر چند کہ شاہ فرانس کا یہ مشورہ اپنی عنرض کی بنیاد پر تھا
لیکن دولت علیہ کے بھی فائدے سے خالی نہ تھا۔ مگر سلطان نے
کچھ توجہ نہ کی۔ اور آخر کار اس موقع کو گھوڑا دہنتا بج دیکھنے پڑے جو
دوسری صورت میں شاید نہ دیکھنے پڑتے۔

۱۱۶۸ھ میں عجم کی نماز سے واپس آتے ہوئے راہ میں

گھوڑے کی پشت پر ہی سلطان محمود کا انتقال ہو گیا۔

عثمان ثالث

عثمان پسر سلطان مصطفیٰ ثانی کی ولادت ۱۱۱۰ھ میں ہوئی تھی محمود کے انتقال کے بعد ۱۱۶۸ھ میں سر پر سلطنت پر آیا۔ اس کے عہد میں کوئی اہم بات نہیں ہوئی۔ صرف آستانہ میں آتشزدگی کئی بار ہوئی جن میں سخت نقصانات ہوئے۔

عثمان بدخلق اور وہمی تھا۔ جغیف باتوں پر امر اسے بدگمان ہو جاتا تھا اکثر اتوں کو بھیس بدل کر دریافت حالات کے لئے نکلتا تھا۔ شطرنج کا شیرانی تھا۔ اور جانوروں کا عاشق۔ ایک بار اس کا گھوڑا مر گیا۔ اس کے لئے اسکندریہ میں نہایت مکلف قبر بنوائی اور دفن کیا اس کے سہ سالہ عہد میں سات وزیر بد لگے۔ آخری محمد راغب پاشا تھا جو علم دوست اور مدبر تھا۔

سلطان عثمان نے ۶ صفر ۱۱۷۱ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۷۵۷ء
میں وفات پائی۔

مصطفیٰ ثالث

عثمان کی وفات کے بعد مصطفیٰ ثالث پسر سلطان احمد ثالث جس کی عمر ۳۴ سال کی تھی تخت نشین کرایا گیا۔ اس کے زلزلے میں راعب پاشا صدر اعظم نے ملک کے اندر ذی انتظامات بہت کچھ ٹھیک کر لئے تھے۔ نیز مدرسے اور کتب خانے کھولے۔ لیکن چند ہی سال کے بعد ۱۱۷۶ھ میں انتقال کر گیا۔

اس زلزلے میں روس نے اپنے ہر شعبے میں ترقی کی تھی خاص **روس** اس کی فوجی قوت بہت بڑھ گئی تھی۔ ۱۱۸۳ھ میں اس نے آسٹریا اور پیرشیا کو متحد کر کے دولت علیہ کے ساتھ جنگ شروع کی اور فتوحات حاصل کرتا ہوا رومانیہ تک آ گیا۔ دوسری طرف اس کے فرستادوں نے جزیرہ نمورہ میں پہنچ کر وہاں کے باشندوں کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ روسی

بیڑے نے بحیرہ بالٹک سے مغربی سواحل کو قطع کرتے ہوئے یونان کے بندرگاہ کو روہن پر پہنچ کر لنگر ڈالا۔ اس کے بھروسے پر مورہ والوں نے بغاوت کر دی لیکن عثمانی فوج نے فوراً ہی اس کو فرو کر دیا۔ روسی بیڑے نے آگے بڑھ کر ترکی بیڑے کا مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ اس کے بعد اس کی دو تار پیڈوشتیاں خلیج چشمہ میں آگئیں۔ جنہوں نے ازبیک کے متصل عثمانی بیڑے کو ایک طرف سے غرق کر دیا۔ روسی امیر البحر الفنسٹن نے ارادہ کیا کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرے۔ اس لئے جزیرہ لمنوس پر قبضہ کر کے اس کو اپنا مستقر بنایا۔

اس فرصت میں ہنگری کے ایک سپہ سالار برین دی لوت نے جو دولت علیہ کی ملازمت میں تھا۔ درہ دانیال کے قلعوں کو درست کر کے ان کے اوپر بھاری بھاری توپیں چڑھا دیں۔ نیز متعدد تجارتی جہازوں کو توپوں سے مسلح کر کے جنگی بنا لیا۔ ایک کارخانہ توپ ڈھلنے کے لئے اور دوسرا جہاز سازی کے لئے قائم کر دیا۔ اس کے ساتھ توپ کے استعمال اور جدید بحری فنون حربہ کے لئے ایک مدرسہ بھی کھولا۔ جس میں تھوڑے عرصہ میں بہت سے بحری جنگ کے واقف افراد تیار ہو گئے۔ انھیں میں سے قبو دان حسن بک تھا۔ جس نے دوسرے سال روسیوں کو جزیرہ لمنوس سے شکست دے کر نکال دیا۔

دوسری طرف روسی فوجیں کریمیا میں داخل ہو گئیں۔ اور وہاں کے امیر

سلیم کرائی خاں سے جو دولت علیہ کا ماتحت تھا وعدہ کیا کہ ہم تم کو مستقل امیر تسلیم کر لیں گے۔ چنانچہ اس نے اس فریب میں آکر ان کا مقابلہ نہیں کیا بلکہ اپنے دونوں بیٹوں کو سینٹ پیٹری برگ میں ملکہ کیتھرائن کے پاس بھیج کر اطاعت کا اظہار کیا۔ مگر روسیوں نے کریمیا میں داخل ہو جانے کے بعد اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ اس لئے مجبوراً سلیم کرائی نے دولت علیہ کے پاس پناہ لی۔

روسی فوجیں بڑھتی ہوئی بلقان تک آگئیں۔ اس وقت انھوں نے شرائط صلح پیش کیں۔ لیکن وہ نہایت سخت تھیں۔ اس لئے قبول نہیں کی گئیں۔ اور ترکی فوجوں نے جم کر مقابلہ شروع کیا۔

علی بک مصر کا دانی تھا۔ روسیوں نے اسکو بھی آزادی کا سہرا باغ **مصر** دکھا کر دولت علیہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ اس نے شام کے شہروں غزہ، نابلس، بیت المقدس، پافا اور دمشق وغیرہ فتح کر لئے چاہتا تھا کہ اناطولیہ پر حملہ آور ہو۔ لیکن مصر کے مالک میں سے لیکو امیر محمد بک ابو ذہب نے سر اٹھایا تھا جس کے مقابلے کے لئے واپس گیا۔ ابو ذہب نے علی بک اور اس کے ساتھ روسی امداد گاراہراہ کے سرکات کرستو میں قسطنطنیہ بھیج دیئے۔

اسی سال سلطان مصطفیٰ پیم شکتوں اور بغاوت کے ترددات سے متاثر ہو کر ۹ شوال کو انتقال کر گیا۔

یہ نجوم کا بہت قائل تھا۔ ہر کام کے لئے بمغزوں سے ساعت پوچھتا تھا۔ اور دولت کا سخت حریص اور نہایت خسیس۔ لیکن جنگ روس میں اپنا سارا جمع کردہ سرمایہ صرف کر دیا۔ ایک جامع اس کی یادگار ہے۔ جو اس نے اپنی والدہ کی قبر پر بنوائی تھی۔ نیر جامع فاتح کی بھی مرمت کرائی جو زلزلہ سے شکستہ ہو گئی تھی۔

عبدالمجید اول

عبدالمجید اول پسر سلطان احمد ثالث کی ولادت ۱۸۲۷ء میں ہوئی تھی سلطان مصطفیٰ کے گزر جانے پر ۱۸۳۸ء میں تخت پر بیٹھا۔ امور سلطنت اور سیاست سے بے خبر تھا۔ اس لئے عثمانیوں کو اس کے جلوس سے کوئی امید بھی نہ تھی۔

اس وقت اندرونی بغاوتوں اور بیرونی جنگوں کی وجہ سے سلطنت کی حالت نہایت سقیم ہو رہی تھی۔ خزانہ بالکل خالی تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے جلوس کے موقع پر فوج کو حسب دستور کوئی انعام بھی نہیں دے سکا۔ روس پوری طاقت سے جنگ میں مشغول تھا۔ صدر اعظم نے روسی فیڈرل مارشل رومانوف سے بھوڑا بخارست کی شرط پر **روس** پرین کو مصطفیٰ ثالث نے نامنظور کر دیا تھا۔ صلح کر لی۔ ۱۳ جولائی ۱۸۴۲ء میں

اس عہد نامے کی تکمیل ہوئی۔ اس کی رُسے گرجستان و پروس مع قلعہ اِزاق کے رُس کو مل گئے۔ اور کریمیا دولت علیہ کی سیادت سے نکل کر ایک مستقل سلطنت ہو گئی۔

ملک کی اندرونی حالت اس وقت نہایت اتر تھی۔ صدر اعظم نے **ایران** اس کے انتظام کی طرف پوری توجہ مبذول کی لیکن اسی اثناء میں کریم خاں زندے جو تخت پر فاصبانہ قابض ہو گیا تھا۔ عراق پر لشکر کشی کر دی اور بصرہ پر قبضہ بھی کر لیا۔ سلیمان پاشا دالی بغداد نے متعدد معرکوں کے بعد اس کو وہاں سے نکالا۔

کریمیا میں استقلال کے بعد ہی روس نے ۱۱۹۸ھ میں **کریمیا** اندرونی دسائش سے شورش برپا کر کے فوجیں بھیج دیں جنہوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد روس اور آسٹریا نے ترکی سلطنت کو آپس میں تقسیم کر لینے کا منصوبہ باندھا۔ اور اس کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے انگلستان میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی۔

صدر اعظم حلیل پاشا تجربہ کار اور دانشمند تھا۔ اور روس اور آسٹریا کی نیتوں سے اچھی طرح واقف۔ اس نے فرخ علی پاشا کو بھیج کر فقار کے مسلمانوں کی ایک عظیم الشان جمیعت تیار کی تھی۔ چاہتا تھا کہ کریمیا کو فتح کر کے روسی مطامع کا سدباب کرے لیکن خود غرض امرامہ کے حسد کی وجہ

سے وہ اپنے منصب کے معزول کر دیا گیا جس کی وجہ سے یہ مقصد پورا نہ ہو سکا۔

۱۲۰۰ء میں مصر میں فتنے برپا ہوئے جسے پاشا قیودان

مصر جنگی کشتیاں لے کر گیا اور ان کو فرو کیے واپس آیا۔

۱۲۰۱ء میں روس نے پھر جنگ شروع کی۔ دوسری طرف

روس آسٹریا آسٹریا نے بھی چڑھائی کر دی۔ دولت علیہ کو دونوں

ایک ساتھ مقابلہ کرنا پڑا۔ آسٹریا کے محاذ پر صدر اعظم خوجہ یوسف پاشا خود گیا

اور شکست پر شکست دے کر پچاس ہزار آسٹریوں کو گرفتار کر لیا۔ لیکن روس

کے مقابلے میں ترکوں نے ہزیمت اٹھائی۔ مگر اسی درمیان میں سویڈ کے

ساتھ روسیوں کی جنگ چھڑ گئی۔

۱۲۰۳ء میں عبدالحمید اول نے انتقال کیا۔ نیک دل خوش

وفات عقیدہ اور متقی تھا۔ لیکن سیاست اور اصول حکومت سے بے

خبر اس کے عہد میں دولت علیہ بہت کمزور ہو گئی۔ جس کی وجہ سے روس

د آسٹریا وغیرہ مغربی دلد نے اس کو اپنی مطامع کی جولا نگاہ بنا لیا۔

سولہ ماہ

سولہ ماہ مصطفیٰ نبوت کی پیدائش ۱۱۷۵ھ میں ہوئی تھی۔ ۸۰ سال کی عمر میں مسلمانوں میں تخت نشین ہوئے۔ اس وقت ہندوؤں سے جنگ اور یورپ میں گھمبیر ملک پر چھائی ہوئی تھی۔ اس کے سلسلے میں یورپ سے تباہ اور خزانہ خالی تھا۔

۱۱۷۵ھ میں یورپ میں فلاح، بغداد کو فتح کرتی ہوئی دوسری بیاہک روس آسٹریا پہنچ گئیں۔ دوسری طرف آسٹریا نے بھی تازہ دم فوجوں سے

فوجات شروع کیں۔ صدر اعظم شریف حسین پاشا نے ان کے آسٹریا کو برکوتی پر سخت شکست دیدی۔ اسی زمانے میں آسٹریا کا بادشاہ یوسف ثانی مر گیا۔ اس کی جگہ لیوپولڈ دوم تخت نشین ہوا۔ چونکہ یہ اس وقت یوہانس شازدہم شاہ فرانس کے خلاف اس کے ملک میں سخت بغاوت تھی اس وجہ سے لیوپولڈ نے اس فوج سے کہیں اس کے شعلے آسٹریا تک نہ پہنچ جائیں۔ مناسب سمجھا کہ

دولت علیہ سے صلح کر کے اپنی ساری قوت ملک میں جمع رکھے۔ چنانچہ مقام استوار میں ۲۲ رزی الحج ۱۲۰۵ھ کو عہدِ مصالحت لکھا گیا جس میں آسٹریا نے وہ سارا حصہ جو فتح کر لیا تھا۔ معہ بلغراد اور سربیا کے واپس کر دیا۔ اور سابقہ حدود پر قرار ہے اس کے بعد انگلستان اور پریشیا کے توسط سے روس کے ساتھ بھی صلح ہو گئی اور ۱۵ جمادی الاول ۱۲۰۶ھ کو معاہدہ لکھا گیا جس میں دولت علیہ نے کریمیا بسربیا اور وہ سارا علاقہ جو دریائے بوج اور ونیستر کے درمیان ہے۔ روس کے لئے چھوڑ دیا۔

ان لڑائیوں میں سلطان نے یہ بات اچھی طرح سمجھ لی کہ عثمانی **اصلاحات** فوج خاص کر انگلستان کی بد نظمی، انافرمانی اور ابتری کی وجہ سے پے در پے شکستیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اس لئے ان معاہدات کے بعد اس نے اپنی تمام تر توجہ فوج کی اصلاح کی طرف مبذول کی۔ کوچک سین کو جو ایک ذہین اور یورپ کی افواج اور سیاسیات سے باخبر شخص تھا۔ ناظم افواج مقرر کیا۔ اس نے بری اور بحری فوجوں کی تنظیم شروع کی۔ متعدد جنگی جہازات جدید اصول کے مطابق تیار کرائے۔ سرحدوں پر مدافعت کے لئے قلعے بنوائے۔ سوئیڈن اور انگلستان سے بہت سے ماہرین کو بلا کر توپ ڈھانسنے کے کارخانے میں لگایا۔ اور مدرسہ بحریہ اور توپچیہ کو جس کو ہنگری امیر بیرون دی توتے قائم کیا تھا۔ ترقی دی۔ فن حرب اور استحکامات جنگی پر چوکت میں فرسخ میں لکھی گئی

تھیں۔ ان کے ترجمے کرانے تاکہ ترکی فوجی طلباء مغربی فنون جنگ سے واقف
ہوں۔

جدید اصول پر پہلا فوجی دستہ جس کی تعداد بارہ ہزار تھی ۱۲۱۰ء
میں تیار ہوا۔ اس کی قیادت ایک نو مسلم انگریز انکلیز مصطفیٰ نامی کے سپرد
کی گئی۔

جمہوریہ فرانس نے ۱۲۱۳ء میں نیولین بونا پارٹ کو ۳۶ ہزار پونڈ
نیولین

فوج کے ساتھ فتح مصر کے لئے بھیجا تاکہ ہندوستان کے ساتھ
انگریزی تجارت روک دی جائے۔ اس نے بلا اعلان جنگ پہلے مالطہ پر قبضہ
کیا پھر اسکندریہ میں لاکر فوجیں اتاریں۔ ابراہیم بک اور مراد بک امراء مالیک
جو دولت علیہ سے باغی ہو کر مصر پر بالاستقلال قابض ہو گئے تھے۔ مقابلہ میں
شکت کھائے اور نیولین نے قاہرہ پر تسلط حاصل کر لیا۔ وہاں اس نے
یہ بیان کیا کہ میں مصر کو فتح کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں بلکہ دولت علیہ کی
امداد کے لئے بھیجا گیا ہوں تاکہ اس کے باغیوں کی سرکوبی کروں۔

دولت علیہ کو خیب اطلاع موصول ہوئی تو اس نے نیولین سے
لڑنے کی تیاری شروع کر دی۔ اس وقت روس اور آسٹریا کی طرف سے اطمینان
تھا۔ کیونکہ وہ دونوں جمہوریہ فرانس کے ساتھ برسرِ پیکار تھیں۔ انگریزوں نے
بھی مصر سے نیولین کو نکالنے میں ترکوں سے مدد کا وعدہ کیا۔ کیونکہ اس سے

ہندوستان کے ساتھ ان کی تجارت خطرے میں پڑ گئی تھی۔ اور روس نے بھی بحیرہ اسود کے جنگی جہازوں سے ترکوں کے دوش بددش لڑنے کی درخواست کی۔ باب عالی نے ۱۲۱۳ھ میں فرانس کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا اور دمشق میں فوجیں جمع کیں۔ بحری حملے کیلئے ترکی جہازوں کے ساتھ روسی اور انگریزی آہن پوش بحیرہ روم میں آگئے۔

نپولین ترکوں کے مقابلہ کے لئے پیرہ ہزار فوج لے کر عیش سے شام کی طرف چلا۔ غزہ، رطہ اور یافا فتح کرتا ہوا عکا کا محاصرہ کیا۔ لیکن بکری سمیت سے وہاں امداد اور رسید پہنچتی تھی اور محاصرہ کے لئے جو توپیں مصر سے روانہ ہوتی تھیں۔ ان کو سڈنی اسمتھ انگریزی امیر البحر نے چھین لیا تھا۔ عددہ بریں ڈالی عکا احمد پاشا جزائر نہایت بیار متز اور شجاع تھا۔ اس لئے نپولین اس کو فتح نہ کر سکا۔ جب ترکی فوجیں دمشق سے بڑھیں تو وہ محاصرہ اٹھا کر قاہرہ میں آ گیا۔ یہاں ترکی جہازوں نے روس سے ۸ ہزار فوجیں لا کر اتاردی تھیں۔ جو ابو قیر میں تھیں۔ نپولین نے جا کر ان کو شکست دے دی۔ اور ان کے سپہ سالار مصطفی پاشا اور فوج کے بڑے حصے کو گرفتار کر لیا۔

اسی درمیان میں اس کو خبر ملی کہ فرانس میں آسٹریا سے درپے درپے شکست کھانے کے بعد طوائف الملوک کی پھیل گئی ہے۔ اس لئے انگریزی جہازوں کے خوف سے رات کو خلیہ اسکندریہ سے نکل بھاگا۔ اس کی فوج

بھی چند مقابلوں کے بعد ۲۸ صفر ۱۲۱۶ھ میں مجبوراً مصالحت کر کے موہ اپنے ساز
وسا مان کے مصر چھوڑ کر چلی گئی۔

فرانس پہنچ کر نپولین رئیس جمہوریہ منتخب ہو گیا۔ اس نے دولت علیہ
کے متصل اسعد آقندی کے توسط سے باب عالی سے لکھا کہ روس جزائر یونان
پر قابض ہو چکے اور انگریز مصر میں قائم جاسے ہوئے ہیں۔ ان کی دوستی
میں ترکی سلطنت کے لئے خطرات ہیں۔ لہذا فرانس کے ساتھ قدیمی دوستانہ
تعلقات پھر قائم ہونا چاہئیں۔

دولت علیہ اس حقیقت سے بے خبر تھی۔ چنانچہ جمادی الثانی ۱۲۱۶ھ
میں دونوں سلطنتوں میں جدید عہد نامہ لکھا گیا جس میں فرانس نے مصر اور جزائر
یونان پر دولت علیہ کے مکمل حقوق تسلیم کئے۔ اور دولت علیہ نے اس کے
سابقہ امتیازات عطا فرمائے۔

اس کے دوسرے سال انگریزوں نے مصر خالی کر دیا۔ جزائر یونان کی
ایک مستقل جمہوریہ قائم کر کے بالفاق روس دولت علیہ کے تابع کر دی گئی۔
اس کے بعد نپولین نے اپنا سفیر قسطنطنیہ میں بھیجا تاکہ تعلقات زیادہ
مستحکم ہو جائیں اس کی کوشش سے فلاح اور بغداد کے امراء جو روس
کے طرفدار تھے بے یقوت کر دیئے گئے۔ اور ان کی جگہ دوسرے والی بھیجے گئے اس
پر روس نے بلا اعلان جنگ وہاں اپنی فوجیں بھیج دیں جس کی وجہ سے

ترک لڑائی پر مجبور ہو گئے۔ انگریزوں نے روس کا ساتھ دیا۔ ان کا بیڑہ درہ دانیال کے
 ملنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اور انگریزی سفیر ارتھنٹن نے باب عالی میں یہ مطالبات
 پیش کئے کہ انگلستان کے ساتھ حلیف ہونے کا عہد کیا جائے۔ اور ترکی بیڑہ اور
 درہ دانیال کے قلعے اس کے حوالے کر دیئے جائیں۔ اور فلانخ و بغداد ان روس کے
 درہ انگریزی بیڑہ مجبور ہو گا کہ آبنائے سے گذر کر آستانہ پر گولہ باری کرے۔
 فرانسیسی سفیر کی کوشش سے یہ مطالبات نامنتظر کر دیئے گئے۔ جس پر
 انگریزی بیڑے نے گیلی پن تک بڑھ کر عثمانی جہازوں پر گولہ باری کی۔ لیکن آگے
 نہیں جاسکا۔ مقابلے کی تیاریاں دیکھ کر واپس ہوا۔ اور مصر کے سوا حمل میں جا کر
 اسکندریہ کو محصور کر لیا۔ لیکن وہاں کے والی محمد علی پاشا کی بیدار مغزی سے کچھ
 نہ کر سکا اور بے نیل مرام واپس گیا۔

۱۲۸ میلہ مصر کے موجودہ حکمران خاندان خدیوی کا بانی محمد علی پاشا مقام قولہ کا باشندہ تھا جو سلاویک
 سے ۱۲۸ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ پولین کے اختلال مصر پر جو ترکی فوج مقابلے کے لئے آئی
 تھی۔ اس میں یہ بھی اوقیر کی جنگ میں شریک تھا۔ فرانسیسیوں کے چلے جانے کے بعد خسرو پاشا
 نے جس کو باب عالی نے مصر کا والی مقرر کیا تھا محمد علی کو چار ہزار سپاہیوں کا امیر بنا دیا۔ یہ اپنی
 شجاعت اور شہامت کی بدولت تمام فوج میں اس قدر دلغری ہو گیا کہ رفتہ رفتہ مصر کی
 ولایت اور پھر اس کی مستقل حکومت حاصل کیے رہا۔

سلیم نے جو جدید فوج تیار کی تھی، اس کی وجہ سے انگلستان اور غیر
معزولی انتظم فوج کی وقعت گھٹ گئی، اس لئے انہوں نے فوجی اصلاح

کی مخالفت شروع کی۔ علماء اور بعض امراء نے ان کا ساتھ دیا۔ ان لوگوں نے ایک

فتنہ پرداز شخص قباچی مصطفیٰ نامی کی قیادت میں بغاوت کا اعلان کر دیا اور

سلطان سے ان وزراء کے قتل کا مطالبہ کیا جو ان اصلاحات کے حامی تھے

سلطان کو تسکین فتنہ کے لئے ان کا مطالبہ منظور کرنا پڑا۔ لیکن انہوں نے اسی

پر اکتفا نہ کی، بلکہ شیخ الاسلام عطاء اللہ آقندری سے سلطان سے خلع کفرت

لے کر اس کو تخت سے اتار دیا اور مصطفیٰ کو سلطان بنا دیا۔

سلطان سلیم نیک دن بہادر اور علم دوست تھا۔ لیکن اسی کے ساتھ

طبیعت میں نرمی اور ہربانی بہت تھی۔ جس کی وجہ سے باخبروں سے دب گیا۔

اور اس کی ساری اصلاحی کوششیں اکارت گئیں۔

مصطفیٰ رابع

مصطفیٰ رابع پسر سلطان عبدالحمید کی ولادت ۱۱۹۳ھ میں ہوئی تھی۔
۲۹ سال کی عمر میں ۱۲۲۲ھ میں تخت پر بٹھایا گیا۔ اس نے ان تمام اصلاحات
کو جو سلیم کے وقت میں نافذ کی گئی تھیں، یک قلم منسوخ کر دیا۔

اس وقت دولت علیہ اور روس میں دریائے طولنے کے کنارے جنگ ہو رہی
تھی۔ وہاں جب یہ خبر پہنچی تو انگلستان نے خوشی منائی۔ لیکن صدر اعظم علی ابراہیم پاشا
نے انروس کا اظہار کیا تو انگلستان نے اس کو قتل کر ڈالا۔ جس کی وجہ سے فوج میں
ابتہری پھیل گئی، خوش رہتی سے روس اس وقت پولین کے ساتھ جنگ میں مشغول
ہو گیا تھا۔ ورنہ اس کا نتیجہ ترکوں کے حق میں نہایت برا ہوتا۔

روس نے پولین سے شکست کھائی۔ اس لئے اس کو ترکوں سے بھی

صلح کرنی پڑی۔

اس کے بعد، چونکہ ۱۸۰۸ء میں ایک خفیہ معاہدہ زار روس اسکندر
 اول اور دولت علیہ کے دوست نپولین کے درمیان ہوا۔ جس کی ایک دفعہ
 یہ تھی کہ فرانس کے توسط سے اگر روس کے مطالبات باپ عالی نے منظور نہ کئے
 تو دونوں متحد ہو کر بحر آستانہ اور اس کے حوالی کے جملہ عثمانی مغربی مقبوضات
 آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ بوسنیا، البانیا، یونان اور مقدونیا فرانس لے گا
 اور رومانیہ اور بلغاریہ روس، سربیا، آسٹریا کے ساتھ ملحق کر دیا جائے گا۔

آستانہ میں سلطان مصطفیٰ نے جب اصلاحات کو
یارانِ روس سے منسوخ کیا اس وقت رجالِ اصلاح میں سے پانچ
 شخص تھیں آفندی، بیج آفندی، رامز آفندی، رفیق آفندی اور

فالب آفندی جو یارانِ روسیوں کے نام سے تاریخ میں مشہور ہیں۔ بھاگ
 کر علدار مصطفیٰ پاشا والی روسیوں کے پاس پہنچے۔ وہ بھی اصلاحات کا حامی
 تھا۔ اس لئے سب نے بل کر یہ طے کیا کہ دوبارہ سلیم کو سلطان بنائیں۔

علدار مصطفیٰ عاقل اور باجمیت امیر تھا۔ اس نے امراء آستانہ کے نام خطوط
 بھیجے جن میں سے اکثر اس کے ساتھ متحد ہو گئے۔ اب وہ اپنی فوج لے کر آستانہ

کی طرف بڑھا اور وہاں سلطانی گوشک کا محاصرہ کر لیا۔ جب اندر داخل
 ہوا تو دیکھا کہ اہل قصر نے سلیم کو قتل کر ڈالا ہے، اس وجہ سے سلطان ^{مصطفیٰ}
 کے بھائی محمود کو تخت پر بٹھایا۔ اور قبائلی اور اس کے ساتھیوں کو جنہوں
 نے بغاوت کی تھی قتل کر ڈالا۔

محمود ثانی

محمود پر سلطان عبدالحمید کی ولادت ۱۲۰۰ھ میں ہوئی تھی ۱۲۲۳ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس نے علمدار مصطفیٰ کو صدر اعظم مقرر کر کے سلطان سلیم کی فوجی اصلاحات کو جو نسوخ کر دی گئی تھیں، از سر نو جاری کیا۔ انکشاریہ نے پھر نجات کی۔ صدر اعظم کو قتل کر دیا۔ اور چاہا کہ محمود کو بھی معزول کر کے پھر مصطفیٰ کو تخت پر لائیں۔ لیکن سلطان محمود نے مصطفیٰ کو قتل کر دیا۔ جب ان کو اس کا علم ہوا تو اس شرط پر محمود کو باقی رکھا کہ اصلاحات نافذ نہ کرے۔

روس نے عہد نامے کی تجدید کرنی چاہی۔ لیکن چند شرطیں پیش کیں جن کو باقاعدگی نے منظور نہیں کیا۔ اس لئے لشکر کشی کی اور اس کی فوجیں حدود عثمانیہ میں بلغاریہ تک آگئیں۔ ترکوں نے مجبوراً قلعہ ہائے بندر کیلی، خونیں، اور آق کرمان وغیرہ ڈے کر اس کے ساتھ مصالحت کی

دریائے بردت دونوں سلطنتوں کے درمیان حد فاصل قرار پایا۔

نجد دیار عرب میں بے علی کی وجہ سے دور جاہلیت پھر تازہ ہو گیا اور وہاں کے لوگ بالعموم شرک بدعت اور دین کے نام سے خرافات رسوم میں مبتلا ہو گئے۔ شیخ محمد عبدالوہاب نے بارہویں صدی ہجری کے نصف آخر میں نجد میں دینی اصلاح کی کوشش کی اور باشندوں کو قرآن و سنت کا تابع اور سلف صالح کا پیرو بنایا۔ اور ان میں علوم دینیہ کی اشاعت کی جس کی بدولت اہل نجد نے اپنی حالت درست کر کے ترقی مشروع کی۔ اور امراء نجد نے بحر حضرت اور یمن کے ایک قلیل حصے کے سائے عرب پر قبضہ کر لیا۔ یہاں تک کہ حجاز کو بھی شریف غالب کے ہاتھ سے جو ترکی سلطنت کی طرف سے مامور تھا نکال لیا۔ ان کی اس بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر باب علی کے حکم سے سلیمان پاشا دالی عراق نے ۱۲۱۳ھ میں لشکر کشی کی۔ لیکن احسا سے پہلے ہی معرکہ میں اس کو واپس آنا پڑا۔ اس کے بعد سعود بن عبدالعزیز امیر نجد نے کر بلا سے حلب تک فتح کر لیا۔ پھر ۱۲۲۲ھ میں چھ ہزار فوج لے کر شام پر حملہ کیا۔ اور حوران وغیرہ پر قبضہ کرتا ہوا دمشق تک پہنچ گیا۔ وہاں کے دالی یوسف پاشا گنجانے وعدہ کر لیا کہ میں وہابی دعوت کو قبول کروں گا۔ اس لئے سعود اس کو چھوڑ کر واپس چلا آیا۔

سلطان محمود علی پاشا دالی عراق عبداللہ پاشا دالی شام اور شریف

پاشا سپہدار جاہ تینوں کو حکم دے دیا کہ عربوں اور کردوں کا لشکر لے کر نجد پر حملہ کریں لیکن اسی درمیان میں کردستان میں بغاوت ہو گئی جس کی وجہ سے یہ منصوبہ پورا نہ ہو سکا۔ اب باب عالی نے محمد علی پاشا کو جس نے اپنی قوت سے مصر کی ولایت حاصل کر لی تھی، حرمین شریفین کی بھی ولایت کا فرمان دے کر نجدیوں کے استیصال کے لئے مامور فرمایا۔

۱۲۲۶ء میں محمد علی پاشا نے پہلے اپنے بیٹے طوسون پاشا کو نجد کی مہم پر بھیجا۔ پھر خود بھی فوجیں لے کر آیا۔ مگر جب تک سعود زندہ رہا۔ اس وقت تک کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ ۱۲۲۹ء میں جب سعود مر گیا۔ اور اس کا بیٹا عبد اللہ اس کی جگہ امیر ہوا۔ اس وقت بعض امراء نجد محمد علی پاشا کی زر پاشیوں کی بدولت مصریوں سے مل گئے۔ محمد علی پاشا نے اپنے دوسرے بیٹے ابراہیم پاشا کو اپنی پوری قوت کے ساتھ نجد کی طرف بھیجا۔ مقام مادیہ میں نجدیوں نے مصریوں کے مقابلے میں شکست کھائی۔ اور عبد اللہ اپنے مرکز درعیہ میں آکر قلعہ گبیر ہو گیا۔ ابراہیم پاشا نے محاصرہ کیا۔ سخت مقابلوں کے بعد آخر کار نجدیوں کو شہر کا دروازہ کھولنا پڑا۔

ابراہیم پاشا نے عبد اللہ اور اس کے کاتب دخرنیہ دار کو مصر بھیج دیا جہاں سے وہ قسطنطنیہ روانہ کئے گئے تھے سلطان محمود نے ان کو ابا صوفیا کے میدان میں ۱۲۳۴ء میں قتل کر دیا۔ اسی سال ابراہیم پاشا نے اپنے باپ

کے حکم سے درعیہ شہر کو جو وہاں بیہ کامرکز تھا کھود کر پھینک دیا اور اس آباد مقام کو
دیرانہ بنا دیا۔

یونان میں پانیا کا دالی علی پاشا پر سطوت اور با اثر حاکم تھا جس
علی پاشا سے سارا یونان لرزتا تھا۔ ہر چند کہ وہاں کے باشندوں میں اپنے
استقلال کی خواہش سے بغاوت کا خیال موجود تھا۔ مگر اس کے خوف سے کوئی
پتہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتا تھا۔ روسیوں کے لئے جو یونانیوں کے پشت دپتہ
بنے ہوئے تھے۔ اور دولت علیہ کے خلاف ان کو ابھارتا چاہتے تھے علی پاشا
کا وجود بہت ناگوار تھا۔

سلطان کے مقربین میں سے ایک شخص حالت آنذری نے علی پاشا کے
خلاف سازش شروع کی اور رفتہ رفتہ سلطان کو اس کی طرف سے بدظن کر دیا
سلطان نے چاہا کہ علی پاشا کو معزول کر دے۔ اس نے بغاوت کر دی۔ اسلئے
اسکے استیصال کے واسطے خورشید پاشا بھیجا گیا۔ جس نے پورے دو سال
کی جنگ کے بعد اس کو قتل کیا۔

علی پاشا کے لٹے جانے کے بعد یونانی اپنے استقلال کا دعوے
لے کر کھڑے ہوئے اور چند قلعوں پر انھوں نے قبضہ کر لیا۔ باب عالی نے ابراہیم
پاشا مصری پر محمد علی پاشا کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے جا کر بغاوت
منسوخ کی۔

نجد و یونان کی قوموں سے فراغت کے بعد سلطان محمود نے

انکشاریہ جدید اصطلاحات کرنی چاہیں۔ انکشاریہ نے پھر تبادرت کی

اور باب عالی اور وزیر ار کے دولت کدوں کو لوٹ لیا۔ سلطان محمود نے مجبوراً ہوار
بڑی نکالاجوق درجوق مخلوق اس کے گرد آکر جمع ہو گئی۔ چونکہ لوگ بالعموم انکشاریہ
سے تنگ آ گئے تھے۔ اس لئے ان کے اوپر لوٹ پڑے۔ اور محمد پاشا اور آفا حسین
کی تبادرت میں انکشاریہ کو جو آتی میدان میں جمع تھے قتل کر کے فنا کر دیا۔ اس کے
بعد جملہ صوبجات عثمانی میں ان کے الغاب کے فرمان بھیج دیئے گئے۔

یونان انقلاب فرانس کے اثر سے یورپ کے ہر حصے میں آزادی کے خیالات
پیدا ہو گئے تھے۔ یونانیوں نے بھی جو دولت علیہ کے تابع تھے
اپنی آزادی کے لئے انجمنیں قائم کیں۔ جن کے مرکز روس و آسٹریا میں تھے سلطان
محمود نے انکشاریہ کو مٹانے کے بعد جب اصطلاحات شروع کیں۔ اس وقت
یونانیوں نے انگلستان، فرانس اور روس کی امداد سے اپنی آزادی کا مطالبہ
کیا۔ باب عالی نے قطعی انکار کر دیا جس پر یونانی ادران کے مددگاروں نے جزیرہ
ساترن کے متصل سائے ترکی جہازوں کو غرق کر دیا۔ جس میں تین ہزار ترک شہید
ہو گئے۔ پھر روس نے یونان کے استقلال کی تصدیق کے لئے حدود عثمانی میں
شکر کشی کی۔ دوسری طرف سے فرانس کی فوجیں مورہ میں آکر قلعہ میں داخل
ہو گئیں۔ اس لئے دولت علیہ کو یونان کا استقلال قبول کرنا پڑا۔ اس شرط

پر کہ وہ پانچ لاکھ فرسٹ سالانہ خرچ ادا کرتا ہے۔

۱۸۴۶ء میں فرانس نے محض اس بہانے سے کہ الجزائر کے ایک مشعلی
الجزائر نے فریج کشتیوں پر حملہ کیا تھا۔ وہاں فوجیں اتار دیں۔ اور اس پر

اپنے قبضہ کا اعلان کر دیا۔ اس وقت سے یہ خطہ دولت علیہ کے قبضے سے نکل
 گیا۔ لیکن حزب وطنی سید عبدالقادر کی قیادت میں، اس سال تک فرانس سے
 لڑتی رہی۔

۱۸۳۰ء میں روس نے دولت علیہ کے ساتھ پھر جنگ چھڑی اور
مصر بیبا اس کی فوجیں بخارست سے گذرانی ہوئی پھر اردن تک آگئیں

جس کے بعد سطنظیہ پر قبضہ کر لینا زیادہ مشکل نہ تھا۔ اس وجہ سے ددول یورپ
 نے بیچ میں پر کر مصالحت کرادی۔ مصر بیبا کی حکومت کے لئے ۱۲ ملین روپے
 کی ایک جماعت منتخب کر دی گئی۔ اور بلاد پھر کس سے اس پار کے قلعوں کے
 روس کو مل گئے۔

محمد علی پاشا کی نیت یہ تھی کہ وہ مصر کا مستقل حکمران ہو جائے۔ چنانچہ اس
مصر نے نظامی فوجیں اور جنگی جہازات بنا کر بہت قوت پیدا کر لی اس

کے بعد اپنے بیٹے ابراہیم پاشا کو فتح شام کے لئے روانہ کیا۔ اس نے عساکر قبضہ
 کر لیا۔ سلطان محمود نے آفاحسین کی قیادت میں تیس ہزار فوج بھیجی۔ ابراہیم پاشا
 نے اس کو شکست دے دی اور فوقانیہ تک پہنچ گیا۔ وہاں رشید پاشا مقلب کے

لئے آیا۔ مگر اس لئے بھی ہزیمیت اٹھانی۔ اب ابراہیم پاشا نے کوتاہیہ پر پہنچ کر
قبضہ کیا۔ دولت علیہ نے اس سے امداد طلب کی جس کے عوض میں بروقت
ضرورت اس کے جہانوں کو درہ دانیال سے گزرنے کا حق دیا۔ چنانچہ روسی
خوجیں ملد کے لئے آئیں اور ابراہیم پاشا کو شکست دے کر پیچھے ہٹا دیا۔ آخر میں اس
بات پر صلح ہوئی کہ مصر صیدا، شام اور حلب پر محمد علی دالی ہے اور جزیرہ کریم
کی ولایت ابراہیم پاشا کو دی جائے۔

۱۲۵۵ء میں سلطان محمود نے ہستانہ میں وفات پائی۔ آل
وفات عثمان میں یہ ترقی کا نہایت دلدادہ تھا۔ سب سے پہلے طرپوش اور
مغربی لباس اسی نے شروع کیا۔ عدل و انصاف کی وجہ سے اس کا لقب
عدلی تھا۔

عبدالحمید اول

سلطان محمود کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا عبدالحمید ۱۲۵۵ھ میں تخت پر بیٹھا۔ سب سے پہلے اس کے سامنے مصر کا مسئلہ آیا۔ کیونکہ محمد علی پاشا باوجود مصرت کے بھی ہمراہ اپنی قوت بڑھا رہا تھا۔ سلطان محمود نے حافظ پاشا کی قیادت میں ایک فوج بھیجی تھی کہ اس کی جنگی تیاریوں کو روکے۔ لیکن ابراہیم پاشا نے اس کو شکست دے کر واپس کر دیا۔

سلطان عبدالحمید نے اپنے سفرِ انگلستان رشید پاشا کے ذریعے انگلستان اور پریشیا اور روس کے ساتھ مل کر محمد علی پاشا کی ولایت مصر پر محدود کر دی۔ لیکن یہ سزا کھدی کہ وہ خدیو کے لقب سے اس کی اولاد میں سزا بعد نسل ہے گی۔

اصلاحات | سلطان نے تمام قلمرو عثمانی میں اعلان کر دیا کہ حملہ رعایا

کے خواہ وہ کسی مذہب اور کسی قوم کے ہوں۔ ہر قسم کے قانونی حقوق محفوظ ہیں اور پوری قوت کے ساتھ اس کی تنفیذ کی۔ اور زبردستوں اور جابروں کے ظلم و تعدی کو کمزوروں پر روک دیا۔ اس کے ساتھ بڑی اور بحری فوجوں کی تنظیم شروع کی۔

سلطنت روس نے جس کا دھیرہ ہمیشہ یہ رہا کہ دولت علیہ کو **روس** اصلاح کی بہت دینے دے۔ اور اس کے راستے میں ہر قسم کی مشکلات پیدا کرے۔ بلا اعلان جنگ رومانیہ میں فوجیں بھیجیں اور سینوب میں عثمانی جہازوں کو غرق کر دیا۔ دولت علیہ نے فرانس اور اطالیہ کی مدد سے اس کا مقابلہ کیا اور اس کے جنگی جہازوں کو جلا دیا۔ پھر پاسٹوپول میں اس کو شکست دی۔ جس کے بعد پیرس میں مجلس معاہدہ منعقد ہوئی۔ پاسٹوپول روس کو اور اناطولیہ میں قلعہ قرص روس سے لے کر دولت علیہ کو دیا گیا اور باتفاق دول اربعہ درہ دانیال جبکہ اقوام کے جنگی جہازوں کے لئے بنا کر دیا گیا۔

اس معاہدہ میں دولت علیہ ایک متحدہ مملکت تسلیم کی گئی۔ جبل لبنان میں بعض واقعات کی بنا پر دروزوں اور عیسائیوں میں **دروزر** فتنہ برپا ہو گیا جس کی وجہ سے فرانس نے نصاریٰ کی حمایت کے لئے وہاں فوجیں اتار دیں۔ دولت علیہ نے نواد پاشا کو بھیج کر اس

فقہ کو فرو کیا۔ آخر میں یہ طے پایا کہ والی لبنان کے ساتھ ایک دروزی اور ایک
 مارونی اپنی اپنی جماعتوں کی وکالت اور نمائندگی کے لئے نامزد کئے جائیں۔

۱۲۷۷ھ میں سلطان عبدالحمید نے چالیس سال کی عمر میں انتقال

وفات کیا۔ دیندار اور باہمیت تھا۔ مدینہ منورہ میں اس کی

یادگاریں ہیں۔

عبدالعزیز

سلطان عبدالحمید کے انتقال پر اس کا بھائی عبدالعزیز جس کی عمر ۳۲ سال تھی تخت نشین ہوا۔ اس نے داخلی اصلاحات کی طرف بہت زیادہ توجہ کی۔ ملک کو جدید صوبوں میں تقسیم کیا، ایک مجلس شوریٰ مرتب کی۔ فوج کو باقاعدہ بنایا اور بڑے کو اس قدر ترقی دی کہ وہ دنیا میں دوسرے درجہ کی بحری طاقت سمجھا جانے لگا۔

کریٹ اور قرہ طاغ میں اجانب کی تحریک سے بغداد میں رونما ہوئی لیکن صدر اعظم عالی پاشا کی تدابیر سے بہت جلد دبا دی گئیں۔

۱۸۶۳ء میں سلطان عبدالعزیز بیاحت کے لئے روانہ ہوا۔

سفر یورپ | پہلے مصر آیا، پھر پیرس کی نمائش میں جا کر شرکت کی، اس کے بعد لندن گیا۔ وہاں سے ویانا ہوتا ہوا آستانہ کو واپس آیا۔ بہت سے امراد اور

اور شاہزادے بھی معیت میں تھے۔

عالی پاشا صدر اعظم کے زمانے تک دولت علیہ کے بیرونی سیاسی تعلقات
ایتری اور اندرونی انتظامات اچھے تھے۔ اس کی وفات کے بعد محمود نذیم پاشا

صدر اعظم ہوا۔ ایک طرف دول مغرب کے قرضوں سے جو سلطان نے جدید اصلاحات
 کے لئے لئے تھے سلطنت زیر بار تھی۔ دوسری طرف بد نظمی سے رشوت اور عین کی
 گرم بازاری ہوئی اور عہدے اور مناصب قیمتاً فروخت ہونے لگے۔ ان جوہر
 سے ملک کی حالت نہایت اہتر ہو گئی۔ اور جا بجا فتنے اور سہنگے برپا ہونے
 لگے۔ چنانچہ ابوسینیا اور ہزری گونٹائیں عیسائیوں نے بہت سے مسلمانوں کو
 قتل کر ڈالا۔

سلطان اس درمیان میں ردی سفیر اگنا تیف کے ساتھ ایک معاہدہ
 کی فکر میں تھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ روس کا اتحاد بہ نسبت دیگر دول مغرب کے
 دولت علیہ کے لئے زیادہ مفید ہے۔ اس لئے سفیر نذکور کی باتوں میں آکر اس نے
 بغاوت کی طرف زیادہ توجہ نہ کی۔ یہاں تک کہ وہ جیل اسود سربیا اور بلغاریہ تک
 پھیل گئی اور لاکھوں مسلمان بے گناہ مارے گئے۔

ادھر سلانیکی میں ایک بلغاری لڑکی مسلمان ہو گئی تھی جس کو جرمن سفیر نے
 بھگا دیا تھا۔ وہاں سے مسلمانوں نے سفیر نذکور کو قتل کر ڈالا۔ اس پر جرمنی اور فرانس
 کے جنگی جہاز پہنچ گئے۔ اور قاتلوں کی سزا اور ذمہ دار حکام کی معزولی کے طالب

ہوئے سلطان کو ان کے مطالبات پائے گئے پڑے۔

آئلے میں اس خبر سے بیجان پیدا ہو گیا۔ اور علماء اور طلباء نے میدان فاتح میں مجتمع ہو کر اصفیٰ حکومتوں کی مداخلت کے خلاف آواز بلند کی اور محمود ندیم پاشا کی برطرفی کے طالب ہوئے۔ سلطان نے رفع فتاد کی خاطر اس کو منظور کر لیا۔

سلطان عبدالعزیز باوجود سلطنت کی مالی اتری کے بھی نہایت **معزولی** اسراف اور فضول خرچی سے کام لیتا تھا۔ جس سے روز بروز قرضے کی زیر باری بڑھتی جاتی تھی۔ اور اس کا مزاج جادہ اعتدال سے اس قدر منحرف تھا کہ کوئی شخص یہاں تک کہ اس کی والدہ بھی اس سے ایک لفظ نہیں کہہ سکتی تھی اس وجہ سے اس کی اصلاح سے ماہوس ہو کر صدر اعظم رشیدی پاشا۔ عمر عمر حسین عونی پاشا اور شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی نے باہمی مشورے سے یہ طے کیا کہ اس کو معزول کر کے مراد کو سلطان بنائیں۔ چنانچہ سلیمان پاشا ناظر مکتب عربی نے اپنے طلباء کو لے جا کر قصر کا احاطہ کر لیا۔ اس کے بعد جلوس کی توپیں سہر کر نی شروع کر دیں۔ اس وقت عبدالعزیز کو صورت حال کا علم ہوا۔ اب سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہ تھا۔ صدر اعظم نے اس کو قصر حرافاں بھیج دیا۔ وہاں اس نے محل کی ایک لونڈی سے پتیچی لے کر اپنی رگ اگل کاٹ لی جس سے اس قدر خون نکلا کہ مر گیا۔

مراد خاں

مراد پسر سلطان عبدالحمید کی ولادت ۲۵ رجب ۱۲۵۶ھ میں ہوئی تھی
 سلطان عبدالعزیز کی معزولی کے بعد، جمادی الاول ۱۲۹۳ھ کو تخت سلطنت
 پر آیا۔

بلقان میں جو فتنے برپا ہوئے تھے، ان کے استیصال کے لئے ایک فوج
 بھیجی گئی جس نے پہنچ کر سرکٹوں کی گوشمالی کی۔ اور سر بیلا کے حکمران پرنس
 میلان کو شکست دے کر اس کے سب سے محفوظ مقام کسناح کو لے لیا جس پر
 اس نے ددلی اور پکوئیچ میں ڈال کر مصالحت کی کوشش کی۔

مراد کی تخت نشینی کے دوسرے دن سلطان عبدالعزیز
حسن پیر کس کے حامی خاص حسن پیر کس نے اپنے آقا کے انتقام
 کے لئے مجلس دکلار میں آکر پہنچے سے سر عسکر حسین پاشا اور صدر اعظم رشیدی پاشا

کو مار ڈالا اور احمد پاشا وزیر کو زخمی کیا۔

سلطان مراد علم دوست اور مسادات پسند تھا۔ مگر جلوس کے
دامی خلیل ایک ہی ہفتہ بعد جنون میں مبتلا ہو گیا۔ کبھی اٹھ کر خدا سے
 معافی کرتا، کبھی کپڑے پہنے حوض میں کود پڑتا۔ اور کبھی کھر کی سے نکل بھاگتا۔
 وزیر نے تین ہینے تک اس کی حالت کو مخفی رکھا۔ اور علاج کراتے رہے لیکن جب
 صحت کی صورت نہ دیکھی تو شیخ الاسلام کی منظوری سے اس کو تخت سے
 اتار کر عبدالحمید کو بٹھایا۔

معزولی کے بعد مراد قصر چراغاں میں رکھا گیا۔ وہاں ۳۳۲ھ میں اس
 نے وفات پائی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آخر عمر میں اسکی حالت ٹھیک ہو گئی تھی۔

—x—

عبدالحمید ثانی

سلطان مراد کے خلع کے بعد اس کے بھائی عبدالحمید پسر سلطان عبدالحمید نے ۱۶۹۳ء میں سرپر سلطنت پر جلوس فرمایا۔ ملک کی حالت اس وقت نہایت مضطرب تھی اور دول یورپ نصاریٰ کی حمایت کرنے کے بہانے سے مداخلت کر رہی تھیں انگلستان ان کا طرفدار تھا اور روس سربیا اور جیل اسود کا۔ ان معاملات کے سلجھانے کے لئے آستانہ میں سفراء دول کی موٹرم ہو رہی تھی۔

وزیر مدحت پاشا نے اس موقع پر سلطان کو راضی کر کے **دستور** دستوری حکومت کا اعلان کیا تاکہ مسادات اور حریت عام

عطا کرنے سے اجنبی مداخلتوں سے نجات مل سکے۔

دول یورپ کا نشانہ ان مداخلتوں سے اپنے اغراض و مقاصد کا حصول تھا۔ کہ عثمانی مسیحی رعایا کی اصلاح **جنگ یلونا**

حال چنانچہ انہوں نے آستانہ کی موٹرمیں ایسی سخت شرطیں پیش کیں جن کا قبول کرنا دولتِ علیہ کے لئے ممکن نہ تھا۔ اس لئے اس نے انکار کر دیا۔ روس نے لشکر کشی کی اور اسکی فوجیں دریائے ڈون سے گذر کر پلونا تک آگئیں۔ اور غازی عثمان پاشا کو چاروں طرف سے محصور کر لیا۔ جب سامانِ رسد نہ پہنچ سکا اس وقت بجائے ہتھیار ڈال دینے کے غازی موصوف اپنی فوجیں لے کر نکلے اور اس بے جگری کے ساتھ لڑتے ہوئے چلے کہ قریب تھا کہ روسی فوجوں کو چیرتے ہوئے باہر آجائیں۔ لیکن اسی حالت میں بولونیا کی ایک لاکھ تازہ دم فوجیں آگئیں۔ اور غازی موصوف کے پاؤں میں گولی لگی۔ گھوڑا بھی زخمی ہو کر گر گیا جس کی وجہ سے وہ گرفتار ہو گئے۔

روسی فوجیں ایسا استفانوزک جو آستانے سے متصل ایک مقام ہے آگئیں۔ دلدل یورپ کے اس وقت روس کو روک دیا۔ اور وہاں ایک معاہدہ فریقین میں لکھوایا۔ جو معاہدہ سینٹ استفانوزک کے نام سے مشہور ہے۔

عہد نامہ سینٹ استفانوزک میں دریائے ڈون سے بحیرہ مرمرہ تک **معاہدہ برلن** کا علاقہ بلغاریہ کو دیا گیا تھا۔ جس پر انگلستان اور آسٹریا

کو اعتراض ہوا۔ اس لئے برلن میں پرنس بسمارک کی صدارت میں سفراءِ دول کی ایک موٹرم منعقد ہوئی۔ جس میں بحث و مباحثہ کے بعد اردہان، باطوم اور قلعہ قریص روس کے حوالے کئے گئے۔ بلغاریہ ایک جداگانہ امارت بنا کر باب عالی کے تابع

کر دی گئی۔ رومانیہ، سر بیا اور قراطاع مستقل ریاستیں قرار دی گئیں اور تسلیم کر لیا گیا۔

سلطان عبدالحمید نے اس معاہدے کے بعد دستوری حکومت کو توڑ دیا اور اصلاح پسندوں کو جو دستور کے حامی تھے ملک بدر کرنا شروع کر دیا۔

انگلستان نے یہ دیکھ کر کہ روس اور فرانس نے ایک طرف آستان سے اور دوسری طرف دریائے دجلہ و فرات کے مہینوں پر قبضہ

ہے بنیاد اور بصرہ سے قریب ہوتا جاتا ہے جس سے ہندوستان کے لئے

خطرہ ہے۔ باب عالی میں اپنے سفیر سٹریٹز کے توسط سے ایک دفاعی معاہدہ

کی خواہش کی تاکہ روس کے مشرقی مطامع کو روک دیا جائے اور اسکے

عوض میں جزیرہ قبرص کی درخواست کی تاکہ وہاں انگریزی فوجیں رہیں جو قسطنطنیہ

ضرورت روس کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے پہنچ سکیں۔

یہ سلسلہ گفتگو جاری تھا کہ اسی درمیان میں صفوت پاشا صدارت عظمیٰ

کے منصب پر آگیا۔ اس نے ہرجون ستمبر ۱۸۷۸ء میں اس معاہدہ کی تکمیل کر دی

اور انگریزوں نے جزیرہ قبرص کو غنیمت بارہ کی طرح مفت لے لیا۔

تونس کے کسی قبیلے نے الجزائر کے حدود میں جو فرانس کے قبضہ میں

تونس تھا دست درازی کی۔ اس جرم پر فرانس نے پولے تونس پر قبضہ

کر کے الجزائر کے ساتھ اس خطہ کو بھی شامل کر لیا۔

محمد علی خدیو مصر کے جانشینوں نے مصر میں نہر سوئز کھدوانی

اور بہت سی اصلاحات کیں۔ جن کی بدولت یہ ملک

عربی پاشا

ایک اہم تجارتی مرکز بن گیا۔ لیکن ان اصلاحات کے مصارف میں دولتِ جنیبیہ کے قرضے کا بار اس قدر بڑھ گیا کہ صیغہ مال ان کی نگرانی میں چلا گیا۔ وطنی جماعت

عربی پاشا مشہور مصری زعمیم کی قیادت میں مخالفت کے لئے کھڑی ہوئی تاکہ

جنیبی مداخلت سے ملک کو محفوظ رکھے۔ انگلستان اور فرانس دونوں نے اپنے

پنے بیڑے بھیج دیئے۔ اس وجہ سے شورش بڑھ گئی اور مصریوں نے اجنبیوں کو

قتل کرنا شروع کیا۔ انگریزوں نے اسکت دیہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک فوج

نہر سوئز کے متصل اتار دی جو تل کبیر کے نیچے عربی پاشا کی جمیعت کو شکست

دیتی ہوئی آکر قاہرہ میں داخل ہو گئی۔ اس وقت سے مصر انگریزوں کا محکوم ہو گیا

اختلالِ مصر سے نہ صرف مصریوں بلکہ سودانیوں کے

ہمدی سودانی

دلوں میں بھی انگریزوں کی طرف سے بغض پیدا

ہو گیا۔ اور وہاں ایک شخص احمد نامی کی قیادت میں جس کو لوگ ہمدی سمجھتے

تھے ایک جماعت انگریزوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی جس

نے انگریزی فوج کو شکست دی۔ پھر خرطوم میں پہنچ کر گارڈوں پاشا اور اس

کے سائے لشکر کو قتل کر ڈالا۔ انگریزوں نے دوسری فوج لارڈ کچنر کی سرکردگی

میں بھیجی جس نے تین سال کی متواتر جنگ کے بعد ہمدی سودانی کی جماعت

کو شکست دی اور خرطوم پر قبضہ کر لیا۔

فشار فرانس کی ایک فوج بحر اطلانتک کے راستے سے وادی نیل کے ایک مقام فشودہ میں آکر داخل ہو گئی۔ انگریزوں نے دعویٰ کیا کہ وہ مقام سودانی حدود میں ہے، اس پر جھگڑا اس قدر بڑھا کہ قریب تھا کہ دونوں سلطنتوں میں جنگ ہو جاتے۔ لیکن آخر میں فرانسیسی فوج فشودہ چھوڑ کر چلی گئی۔

روم ایللی شرقی شرقی روم ایللی کے متعلق برلن کانفرنس میں یہ طے پایا کہ وہاں کا وادی عیسائی ہو کرے گا۔ ۱۸۸۵ء میں اس کے باشندوں میں یہ تحریک پھیلی کہ یہ علاقہ بلغاریہ کے ساتھ ملحق کر دیا جائے چنانچہ انھوں نے غاوریل پاشا وادی کو چھڑ کر آستانہ میں بھج دیا۔ اور پرنس بائبرگ کو اپنا حکمراں بنا کر الحاق کا اعلان کر دیا۔

آرمینیہ بمجموعہ شراٹھ عہد نامہ برلن کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ دولت علیہ آرمینیہ میں اصلاحات کر لے لیکن سلطان عبدالحمید نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ آرمینوں نے دہلی یورپ کے پاس شکایتیں بھیجیں اور پھر بغداد میں گئیں جن میں سخت خونریزیاں ہوئیں۔ یہاں تک کہ ۱۸۹۵ء میں خود آستانہ میں انھوں نے شورش برپا کی۔ جس میں سینکڑوں کی تعداد میں سڑکوں پر مقتول ہوئے۔ اہل یورپ نے ان کی حمایت کے لئے آواز اٹھائی۔ لیکن سلطان

عبدالحمید کی ریاست کے مقابلے میں کچھ نہ کر سکے۔

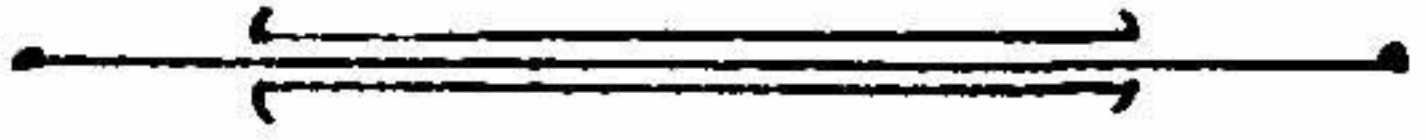
۱۳۱۳ھ میں کریٹ والوں کی طلب پر دوں یورپ نے اپنے جنگی جہاز اس جزیرہ پر بھیج دیئے اور باب عالی سے مطالبہ کیا کہ اس کا الی مقرر کیا جائے۔ اسی زمانے میں یانیہ پر یونان کے ولیعهد قسطنطین نے لشکر کشی کی۔ ادھم پاشا نے اس پر نمایاں فتح حاصل کی مگر دوں مغرب نے ترکوں کو اس کے سر سے متمتع نہ ہونے دیا۔ بلکہ کریٹ سے بھی عثمانی فوجوں کو نکال دیا۔ اور دوں اربعہ روس، انگلستان، فرانس اور اطالیہ نے اس کو اپنی حمایت میں لے لیا۔ جو آج تک قائم ہے۔

سلطان عبدالحمید ہر چیز حقائق اور سیاسیات میں کامل تھا۔ **اتحاد و ترقی** لکرنہایت مستبد جملہ ہمت امور خود سر انجام دیتا تھا۔ اس کے بعد میں حکومت کی ساری قوت خود اس کی ذات میں جذب تھی اور باب عالی بالکل بے دست دیا ہو گیا۔ اس لئے اندر دنی اداروں میں سخت ابتری پھیل گئی اور ثروت اور جاسوسی کی کثرت سے سلطنت کا سارا نظام مختل ہو گیا۔ دوسری طرف دوں یورپ جن کی طاقتیں عظیم الشان تھیں۔ اس کے نکلنے کے لئے اپنے اپنے منہ کھولے تھیں۔ یہ دیکھ کر حامیان اصلاح اور پی خواہان ملک نے ایک مخفی انجمن جو ان ترک کے نام سے قائم کی جو بعد میں اتحاد و ترقی کے نام سے مشہور ہوئی اس کی شاخیں پیرس سے سلانیک تک پھیلی ہوئی تھیں۔

اس کے ارکان نے جب روال میں شاہ انگلستان اڈورڈ ہفتم اور رسل
روس کی ملاقات کا حال سنا۔ جس میں ان دونوں نے دولت علیہ کی تقسیم کی تجویز
پختہ کی تھی۔ اس وقت مناسبت میں نیازی بک اور الوزبک ترکی فوج کو لے کر دستور
کے مطالبہ کے لئے اکھ کھڑے ہوئے۔ سلطان نے اس بغاوت کے انجام کے خطرے
سے جو خاص اس کی ذات کے خلاف تھی ۱۳۲۲ء میں پھر دستور کا اعلان کیا۔
اس اعلان کے ہوتے ہی آسٹریا نے ابوسینیا اور ہرزگوینا دونوں صوبوں کو
اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اور اس کے تیسرے دن بلغاریہ نے بھی اپنی خود مختاری
کا اعلان کر دیا دولت علیہ چونکہ اس وقت جنگ کی طاقت نہیں رکھتی تھی۔ اس وجہ سے
ان ممالک سے کچھ زر نقد لے کر ان کے دعاوی کو تسلیم کر لیا۔

مجلس مبعوثان قائم کرنے کے بعد عبدالحمید نے پھر اس کو توڑنے کے لئے
معزولی | معنی تدبیریں شروع کیں۔ چنانچہ اس کے اشلے سے فوج کے
بعض حصے ۱۳۳۸ء میں شریعت کے نام سے دستور کی مخالفت کے لئے اکھ کھڑے
ہوئے اور آستانہ میں انجمن اتحاد ترقی کے حیدر ارکان کو قتل کر ڈالا۔ اس وقت
محمود شوکت پاشا جس نے دستور کی حمایت کا حلف اٹھایا تھا۔ سلانیک
سے اپنا لشکر لے کر آستانہ کی طرف آیا۔ پہلے باغیوں کو شکست دی اور
ان کے سر غنوں کو پھانسی لٹکایا۔ پھر شیخ الاسلام سے سلطان کی
معزولی کا فتوے لے کر مجلس مبعوثان کی تصدیق کے بعد اس کو تخت سے

آرا اور قصر ریڈرز سے لے جا کر سلاٹیک کے قصر الجیش میں نظر بند
 دیا۔ اس میں الزفروری سنہ ۱۹۱۵ء کو اس سے انتقال کیا۔



محمد خاں

سلطان عبدالحمید کی معزولی کے بعد اس کا بھائی محمد رشاد سلطان محمد
خاں کے لقب سے ۲۰ اپریل ۱۹۰۹ء مطابق ۱۳۲۸ھ میں تخت پر بٹھلایا گیا۔ خزانہ
خالی تھا۔ ملکی نظام اتر اور فوج بے سر و سامان۔

ترکوں کی زبوں حالی کو دیکھ کر اطالیہ نے بلا کسی وجہ کے ۱۳۲۹ء
طرابلس میں طرابلس غرب پر حملہ کر دیا۔ ترکی بیڑہ اس قابل نہ تھا
کہ کھلے سمندر میں اطالیہ کے جہازوں کا مقابلہ کر سکتا۔ ادھر انگریزوں نے مصر سے
عثمانی فوجوں کو راستہ دینے سے بھی انکار کیا۔ اس وجہ سے وہی فوج جو طرابلس
میں تھی وطنی جماعت کے ساتھ مل کر مقابلہ کرتی رہی۔ اس وقت اطالیہ کا قبضہ
صرف سواحل پر تھا۔ لیکن مسلسل جنگوں اور حملوں کی وجہ سے اب رفتہ رفتہ اس
نے اندرون ملک میں دخل حاصل کرنا شروع کیا ہے۔

طرابلس کی لڑائی ہو رہی تھی کہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۲ء مطابق ۱۳۳۱ھ

بلقان میں بلقان میں جنگ شروع ہو گئی پہلے بلغاریا اور سربیا نے ترکوں کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ پھر اس کے ساتھ ہی جیل اسود اور یونان نے بھی ان کا مقصد یہ تھا کہ ترکوں کو یورپ سے بالکل خارج کر دیں۔ چنانچہ اس جنگ میں بلقانی عیسائیوں نے وہاں کی مسلم آبادی کو نکلنے، مٹانے، جلانے اور ذبح کرنے میں ایسی فتوت قلبی سے کام لیا کہ جس کے ذکر سے روکنے کھڑے ہوتے ہیں لیکن یہ سیلاب بلاشتا لہجہ تک آ کر رک گیا اور آگے نہیں بڑھ سکا۔

مسلمان ہند کے دلوں میں اگرچہ ترکوں کی عظمت اور محبت

وفد انصاری ایک عرصہ سے تھی لیکن اس کا عملی اظہار جنگ بلقان ہی میں ہوا۔ جب کہ نامور ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی قیادت میں ۱۳۶۲ھ میں یہاں سے وفد ہلال احمر گیا جس میں شعیب قریشی، عبدالرحمن صدیقی اور چودہری خلیق انانہ وغیرہ ۳۵ ارکان تھے۔ مولانا محمد علی نے اس کے لئے رقم فراہم کی تھی۔ آٹھ مہینہ تک زخمی اور مجروح ترک مجاہدین کی طبی خدمت سجالا کر ستمبر ۱۹۱۳ء میں یہ وفد واپس آیا۔

بلقان کی لڑائی کو ختم ہونے ابھی ایک سال بھی نہیں گزرا

جنگ عمومی تھا کہ جولائی ۱۹۱۴ء مطابق ۱۳۳۳ھ میں یورپ میں جنگ عظیم شروع ہو گئی جس میں ایک طرف اتحادی، یعنی انگلستان، فرانس اور

اٹلی وغیرہ تھے۔ اور دوسری طرف جرمنی اور آسٹریا۔

ہر چند کہ یہ جنگ جرمنی کی عسکریت کے برعکاس تھی جو چاہتا تھا کہ عالم کی ثالثی کا علم اپنے ہاتھ میں لے لے۔ لیکن ترکوں کو بھی جو طرابلس غرب اور ملتان کی مسلسل لڑائیوں سے خستہ حال تھے اور تہیدست ہوئے تھے۔ مجبوراً اس میں شریک ہونا پڑا۔ کیونکہ اتحادیوں نے روس کو قسطنطنیہ اور درہ دانیال جو اس کی پرانی آرزو تھی دینے کا وعدہ کر کے اپنے ساتھ شامل کیا تھا۔ جس کی بدلت لازمی تھی۔

ترکوں نے اتحادیوں کے ساتھ اس معاملے میں گفت و شنید بھی کی لیکن انہوں نے کوئی اطمینان نہیں دلایا بلکہ انگریزوں نے دو جنگی جہاز جو غریب ترک کے چندے سے انگلستان کے کارخانوں میں تیار ہوئے تھے ضبط کیے اور ان کی قیمت کی واپسی سے بھی انکار کر دیا۔ اس وجہ سے پرنس سعید حلیم صدر اعظم نے ۲ اگست ۱۹۱۴ء کو جرمنی کے ساتھ ایک خفیہ معاہدہ کر کے جنگ میں شرکت اختیار کر لی۔

انگریزی جنگی جہازوں نے درہ دانیال پر سخت سے سخت حملے کئے مگر نقصان اٹھا کر واپس ہوتے رہے۔ ادھر بصرہ میں فرانس نے عراق عرب میں پیش قدمی کی ترکوں نے یہاں بھی ہزیمت دی۔ اور جنرل ٹاؤنشیڈ اور اس کی فوج کو فطالہ میں محصور کر کے گرفتار کر لیا۔

۱۹۱۶ء میں اترپاشا کی رائے سے جو اس وقت وزیر جنگ
عربی بغاوت تھے جمال پاشا کی قیادت میں ترکی فوج نے ہنر سونز پر حملے
 شروع کئے۔ مکہ کے شریف حسین نے جمال پاشا سے لاکھوں بیٹے اور اسلحہ اس غرض
 سے منگائے کہ ۱۵ ہزار عربوں کا لشکر تیار کر کے مصر کی ہم کمرے لئے مدد دے گا
 مگر درپردہ اس نے انگریزوں سے ساز باز کر کے ترکی سپاہ کو جو حجاز میں تھی
 مار کر نکال دیا۔ اور ۱۶ نومبر ۱۹۱۶ء کو اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔

اسی زمانے میں روسی محاذ پر ترکوں نے ہنرمیت اٹھائی جس کے
 باعث عراق عرب کے وہاں فوجیں بھیجی پڑیں۔ اس وجہ سے انگریزی سپاہ نے
 ایک طرف بغداد اور دوسری شام لبنان اور فلسطین سے موصل تک سارا
 علاقہ ترکوں سے چھین لیا۔ جس کے بعد اگست ۱۹۱۶ء میں اتحادی نمائندوں
 نے پیرس میں باہم سمجھوتہ کیا کہ آرمینیا، مشرقی اناطولیہ آستانہ اور درہ دانیالی روس
 کو دیا جائے۔ جیفرہ اور بغداد انگلستان کو۔ اسکندریہ اور موصل فرانس کو،
 مغربی اناطولیہ اطالیہ کو اور فلسطین حلفا کی مشترک حمایت میں ہے۔
 اسی زمانے میں ۱۳۳۶ھ سلطان محمد خامس نے وفات پائی۔

عبدالوحید

سلطان محمد خاں کے بعد ۱۳۳۶ھ میں عبدالوحید کی تخت نشینی عمل میں آئی۔ جبکہ اتحادی ترکی سلطنت بونفتے میں باہم تقسیم کر چکے تھے۔ لیکن اسی دوران میں روس جس کو ترکی کا براہ حقہ خاص کر اس کا مرکز قسطنطنیہ ملنے والا تھا۔ اندرونی انقلابی بغاوت کی وجہ سے جنگ الگ اور اتحادیوں سے خارج ہو گیا۔ اتحادیوں نے کوشش کر کے امریکہ کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ جس کی شرکت جنگ کی وجہ سے فتحیاب ہو گئے۔ اور ۱۹۱۸ء کو لڑائی ختم ہو گئی۔

اس وقت زعماء جمعیت اتحاد ترقی طلعت پاشا، الز پاشا اور جمال پاشا جن کی رائے سے ترکی نے اس جنگ میں شرکت کی تھی، اروپوش ہو کر برلن چلے گئے۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء میں عزت پاشا صدر اعظم نے جدید وزارت مرتب کر کے اپنی اقتسامی تقریر میں سیاسی مجرموں کو معافی دیدی۔ اور اس بات کا اظہار کیا کہ ہم امریکہ کے

پریسڈنٹ دلسن کے چودہ شرائط کے مطابق اتحادیوں کے ساتھ مصالحت کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اتحادیوں نے معاہدہ سیولے میں جو اسی بیسے میں ہوا۔ ترکی کی مجوزہ تقسیم ہی کو بحال رکھا۔

دلسن کے نکل جانے کے بعد قسطنطنیہ اور آبنائے کا مسئلہ حل طلب ہو گیا تھا۔ جس کی نسبت غالب خیال یہ تھا کہ دوں فاتحہ کی مشترکہ ملکیت قرار دیا جائے۔ چنانچہ نومبر ۱۹۱۸ء میں اتحادی فوجیں قسطنطنیہ میں آگئیں اور انہوں نے رفتہ رفتہ حکومت کے انتظامی شعبے اپنے ہاتھ میں لینے شروع کر دیئے۔ ترکوں نے جنرل ٹاؤن شپ کے توسط سے جو ان کے یہاں گرفتار تھا انگریزوں کے ساتھ صلح کی سلسلہ جنیابی کی۔ اور پیرس کانفرنس میں بھی جو جون ۱۹۱۹ء میں ہوئی اپنا ایک نمائندہ بھیجا مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اور اس کانفرنس نے بھی جس میں دس سلطنتوں کے نمائندے شریک تھے ترکی سلطنت کے لئے موت ہی کا فتوے صادر کیا۔

مارچ ۱۹۲۰ء میں قسطنطنیہ کے جملہ شعبہ ہائے حکومت اتحادیوں نے اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ ترکی مجلس مبعوثین بھی ٹوٹ گئی۔ انگریزوں نے ۶۶ زعماء احرار کو مالطہ میں لے جا کر نظر بند کر دیا اور داماد فرید پاشا کی صدارت میں ایک نام نہاد ترکی وزارت مرتب کرادی جو اتحادیوں کے ہاتھ میں تھی۔

یونانی حملہ | اتحادیوں اور بالخصوص انگریزوں کو اس بات کا یقین

ہو چکا تھا کہ ترک مرچکے ہیں۔ ہم جس طرح چاہیں ان کی ملکیت تقسیم کر سکتے ہیں
 لئے انھوں نے یونان کی پشت پناہی شروع کر دی۔ اور وہاں کے وزیر امور
 وینزلیوس کے دعویٰ کے مطابق جنوبی البانیا، تھریس، قسطنطنیہ اور مغربی
 پر یونان کے حقوق تسلیم کر لئے۔ چنانچہ ۵ جون ۱۹۱۸ء کو انگریزوں کی مدد سے
 یونانی فوجوں نے بندرگاہ سمرنا پہنچ کر قبضہ کر لیا۔ اور اندرون ملک میں بڑے
 شروع کیا۔

ترکوں نے جب دیکھا کہ اتحادی ان کو فنا کرنے پر تلے ہوئے
وطنی تحریک ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان اقوام کا محکوم بنادیں جو صدیوں

ان کے زیر حکومت رہی ہیں تو ان کی رگوں میں قومی حمیت کا جوش تازہ
 اور اطالیہ میں وطنی تحریک کی ابتدا ہوئی جس کا آغاز مصطفیٰ کمال پاشا نے کیا
 نے پوشش شروع کی کہ قوم کے بھڑے ہوئے شیرازہ کو ایک نظام میں لا کر بلکہ
 کو دشمنوں سے بچالے۔ ۲۹ اپریل ۱۹۱۲ء کو اور ضرور اور سیراس میں جمعیت
 نے اسی کو اپنا صدر بنایا۔ قسطنطنیہ میں جس قدر احراری گرفتاری سے بچ گئے
 تھے۔ بھاگ بھاگ کر اس جماعت میں آکر شامل ہو گئے۔

ترک اس وقت گیارہ سال کی سلسل جنگوں سے بالکل بے مایہ تھے۔ ان
 اسلحہ و ذخائر بھی جو زیادہ تر قسطنطنیہ میں تھے اتحادیوں کے قبضہ میں جا چکے تھے
 اور ساری مادی قوتیں مفقود تھیں۔ مگر غیرت ملی اور حمیت قومی باقی تھی جس

کے اوپر وہ جان دینے کو تیار ہو گئے۔ ایک طرف انہوں نے یونانیوں کا مقابلہ شروع کیا جو باشندوں کو قتل و ذبح کرتے ہوئے بڑھتے چلے آتے تھے۔ دوسری طرف فرانسیسیوں کا جو اناطولیہ کے جنوب مشرق اور شام کے شمال میں سلیشیا پر قابض ہو گئے تھے۔ چنانچہ فرانسیسیوں کو شکست ہوئی۔ جس کی وجہ سے انہوں نے صلح کر کے سلیشیا کو خالی کر دیا۔

یونانی فوجیں انگریزوں کی امداد سے اپنے سامان اور تعداد کے لحاظ سے زبردست تھیں۔ ترکوں سے لڑتی ہوئی ایشیا کے کوچ تک آگئیں جہاں فریقین ایک دوسرے کے مقابلہ میں جم گئے اور جنگی کارروائیاں لگ گئیں۔

اس حربہ وطنی کے نہ صرف آستان کے ترک حامی تھے بلکہ جملہ عالم اسلامی کی نگاہیں بھی انہیں کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ مگر خلیفہ عبدالوحید اور اس کا وزیر داماد فرید پاشا جنہوں نے انگریزوں سے ترکی سلطنت پر ان کے انتداب قبول کرنے کا عہد کیا تھا۔ اس کے مخالف تھے۔ چنانچہ انہوں نے ۱۹۲۰ء کو شیخ الاسلام درمی زادہ عبداللہ آفندی سے فتوے لے کر ان حامیان وطن و ملت کو باغی قرار دیا۔ پھر انگریزوں سے قرضے کر مصطفیٰ پاشا کو روکی ماتحتی میں ان کے استیصال کے لئے ایک فوج بھیجی۔ اسکے بعد مصطفیٰ کمال پاشا، نواد پاشا، ڈاکٹر عدنان بک اور رؤف پاشا وغیرہ پر جو

اس تحریکِ وطنی کے علمبردار تھے۔ فائیانہ موت کا حکم صادر کیا۔ اور ان کے اموال اور ہر قسم کے ذہنی امتیازات اور شہری حقوق ضبط کر لئے۔ اس وجہ سے مصطفیٰ کمال پاشا نے اعلانِ کیمیاک میں آستانہ کی ترکی حکومت کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ وہ اجنبی اقتدار کے زیر اثر ہے۔

روس میں انقلاب کے بعد سے بالشویک حکومت **معادہ ماسکو** قائم ہو گئی تھی جو مشرق میں انگریزوں کے خلاف اپنا نفوذ بڑھانا چاہتی تھی۔ ترکوں کو اگرچہ بالشویت سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن ہر طرف سے مایوس ہو جانے کی وجہ سے انہوں نے روس کے ساتھ دوستی کرنی چاہی اور ڈاکٹر بکرسائی بک کو ماسکو بھیجا۔ جمال پاشا بھی برلن سے وہاں پہنچ گئے جن کی کوشش سے ترکوں اور بالشویک حکومت میں ۲۱ مارچ ۱۹۲۱ء کو معاہدہ **احتاد لکھا گیا۔**

مصطفیٰ کمال پاشا نے نہایت تندی کے ساتھ اپنی جاں **ترک تازا** انٹار قوم سے دو لاکھ فوج مرتب کر کے یونانیوں پر حملہ کر کے بڑے حصے پر قبضہ کیے بیٹھے تھے۔ ۲۹ اگست ۱۹۲۲ء کو حملہ شروع کیا۔ اور اسکی شیر بردار اور ازمیر سے ان کو بھگتے ہوئے ۹ ستمبر کو سمرنا پر قبضہ کر لیا۔ یہ حملہ اس سختی عزم و قوت اور ہمت کے ساتھ کیا گیا تھا کہ یونانی فوجیں جن کی تعداد تین لاکھ سے زائد تھی بیشتر قتل ہو گئیں یا گرفتار۔ بہت کم

بھاگ کر جان بچا سکیں۔ مالِ فنیمت اس قدر ملاحس کا شمار شکل تھا۔ تمام
عالمِ اسلامی میں اس عظیم الشان فتح پر جشن منائے گئے۔
اتحادیوں نے بھی جو قسطنطنیہ پر قابض تھے اس زبردست قوت کو دیکھ
کر ترکی اعراف و جگہ کے ساتھ برائیہ میں گفتگو کی۔ اور قسطنطنیہ کو خالی کر دینے کا
وعدہ کیا۔

اس فتح سے ترکی اقتدار پھر قائم ہو گیا۔ اور اتحادی
لوزان کانفرنس جنہوں نے سیدے اور پیرس کی مجلسوں میں ترکی
سلطنت پر موت کا فتوے صادر کر دیا تھا مجبور ہوئے کہ وطنی جماعت کے
ساتھ مساویانہ مصالحت کریں۔ چنانچہ سوئٹزر لینڈ کے مقام لوزان میں ۲۰
نومبر ۱۹۲۲ء کو کانفرنس شروع ہوئی جس میں ترکی نمائندہ عصمت پاشا
تھا اور ۲۷ جون ۱۹۲۳ء کو ختم ہوئی۔ قسطنطنیہ، تھریس، اناطولیہ اور ایٹلی کے
کوچک سا کل علاقہ ترکوں کا تسلیم کر لیا گیا۔ اور وہ جملہ مراعات جو دولِ یورپ
کو ترکی میں حاصل تھیں جن کے بوجھ سے ترک سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ یک
قلم منسوخ کی گئیں۔ اور ترک ایسے آزاد ہو گئے جیسے اپنے عروج کے زمانے
میں تھے۔

۲ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو اتحادیوں نے قسطنطنیہ کو بھی خالی کر دیا۔ سلطان
عبدالوحید جو اپنی خیانت کاری کی وجہ سے خوف زدہ تھا۔ انگریزی جہاز

پہر سوار ہو کر اسطرح چلا گیا۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو جمعیت وطنی نے ترکی سلطنت کو چودہ ستمبر
جمہوریت آئینی جمہوری کر کے مصطفیٰ کمال پاشا کو صدر منتخب کیا۔ اور
 انگریزوں کے قسطنطنیہ کے دارالسلطنت قرار دیا۔

عبدالمجید ثانی

عبدالوحید کے چلے جانے سے منصب خلافت خالی تھا۔ اس وقت غور کئے ہوئے عبدالمجید ثانی کو جو ولی عہد تھا ترکوں نے خلیفہ بنا لیا۔ لیکن اس مسئلہ پر قانونی حیثیت سے نظر ڈالی گئی اور معلوم ہوا کہ اصولاً دو مہادام اختیارات ایک ملک میں نہیں رہ سکتے۔ تو دوسرے سال اس کو معزول دیا۔ جس کے بعد عبدالمجید فرانس میں جا کر شہر نیس میں قیام پذیر ہو گیا۔ ظالم حیدر آباد نے اذراہ ہندوئی اسلامی اس ۲۲ خری معزول خلیفہ کے بارے کے واسطے ایک گرانقدر رقم سالانہ مقرر کر دی ہے۔

ترکی جمہوریہ نے خلیفہ کے ساتھ خلافت کا منصب بھی توڑ دیا۔ اور اس کی اس مرکزیت کو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بعد صحابہ کرام نے قائم کیا تھا۔ اور جس کو چار سو سال سے خود ترک

سنبھلے ہوئے تھے فنا کر دیا۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا

صدر اول جمہوریہ ترکیہ

مصطفیٰ کمال کی ولادت ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۸۸۰ء میں سلانیک میں ہوئی۔ اس کا باپ یونان کے شہر لاریس کے ایک خاندان سے تھا جو تجارت کا پیشہ کرتا تھا۔

مصطفیٰ کمال نے ابتدائی تعلیم اپنے محلے کے مدرسے میں حاصل کی۔ اسی زمانے میں اس کا باپ انتقال کر گیا۔ جس کے بعد یہ اپنے ماموں کے پاس پاکستان تھا جا کر رہنے لگا اور کھیتی کے کاموں میں اس کی مدد کرنے لگا۔ کچھ دنوں کے بعد اپنے فطری شوق سے مدرسہ رشیدیہ عسکری میں نام لکھوایا اور وہاں سے کامیابی حاصل کرنے کے بعد ۱۹۰۱ء میں آستانہ میں آکر مدرسہ حربیہ میں داخل ہو گیا۔ اس کے نصاب سے فراغت کے بعد مدرسہ ارکان حرب میں بھیج

دیا گیا جس میں ۱۹۰۴ء میں یوزباشی کی سند حاصل کی۔

چونکہ آزاد مزاج تھا اور سلطان عبدالحمید کے استبداد کی شدت سے مخالفت کرتا تھا۔ اس وجہ سے ایک بار چند مہینے قید میں بھی رہنا پڑا۔ رہائی کے بعد دمشق کی فوج میں یوزباشی کے عہدہ پر متعین کیا گیا۔ ۱۳۲۸ھ میں جب محمود شوکت پاشا نے عبدالحمید کو تخت سے اتارا، اس وقت یہ بھی اپنی فوج لے کر دستور کی حمایت کے لئے ادرنہ سے آستانہ میں آیا تھا۔

۱۳۳۰ھ میں جنگ طرابلس میں بھیجیں بدل کر مصر کی راہ سے بنی غازی پہنچا۔ ادرہاں اطالیہ کے مقابلے کے لئے عربوں کی فوج مرتب کی اور ایک مدت تک جہاد کرتا رہا۔

جنگ عمومی میں درہ دانیال کی مدافعت اس کے سپرد کی گئی جو سب سے اہم جنگی نقطہ تھا۔ اس نے اتحادی بیڑوں کے حملوں کا نہایت خوبی سے مقابلہ کیا۔ اور ہمیشہ ان کو نقصان کے ساتھ واپس کرتا رہا۔ جس کے صلہ میں امیر لوار کے لقب سے اور پاشا کے لقب سے ممتاز کیا گیا۔

نومبر ۱۹۱۸ء میں جب اتحادی طاقتوں نے قسطنطنیہ میں آکر حکومت کے صیغوں پر قبضہ کرنا شروع کیا اس وقت اپنی قومی سلطنت کو قائم ہوتے دیکھ کر مصطفیٰ کمال پاشا کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ اس لئے فوراً اناطولیہ میں پہنچ کر اس نے ترکوں کی قومی عصیت کو ابھارا اور جون ۱۹۱۹ء میں ایک نوٹ منعقد

کی جس میں ارضِ روم اور اناطولیہ کے اسی شہنشاہ کے شریک ہوئے۔ اور حزبِ وطنی قائم کی گئی۔ اس کی مدد سے مصطفیٰ کمال پاشا نے فوجیں تیار کر کے ستمبر ۱۹۲۲ء میں یونانیوں کو جو اتحادیوں کی امداد سے ترکی کے بیڑے حصے پر قابض ہو چکے تھے ایسی زبردست شکست دی جو تاریخ میں قیامت تک یاد رہے گی۔

اس عظیم الشان فتح کے بعد جس سے ترکوں کا گلیا ہوا ملک اور ماسا ہوا قافلاً پھر واپس بل گیا۔ اس نے حکومت کو دستوری کے بجائے جمہوری کر دیا۔ تاکہ قوم کے لئے ہر قسم کی ترقیوں کے راستے کھل جائیں۔

آج قیامِ جمہوریت کو چھ سال ہو چکے ہیں۔ جس میں ترک برابر علمی، اقتصادی اور مادی خاص کر فوجی ترقی کر رہے ہیں۔ اور کچھ بعید نہیں کہ یہ دور جس میں شخصی استبداد اور دولِ یورپ کی مراعات سے وہ کلیتاً آزاد ہو گئے ہیں۔ ایک جدید عروج کا آغاز ثابت ہو۔

تاریخ عثمانیہ پر ایک نظر

آل عثمان کی حکومت غازی عثمان کے عہد سے جس نے سلطان علاء الدین
 آخری تاجدار سلاجقہ دوم کے تاتاریوں کے ہاتھ سے ملکے جانے کے بعد
 میں بالاستقلال سلطنت حاصل کی تھی۔ اس خاندان کے آخری فرمانروا عبدالحمید
 ثانی کے عہد تک جو ۱۳۲۲ھ میں معزول کیا گیا چھ سو سینتالیس سال رہی۔ یہ
 ایسی طویل مدت ہے جو کسی اسلامی حکمران خاندان کو نصیب نہیں ہوئی۔ اس
 میں ۳۷ فرمانروا ہوئے۔ جن میں سے پہلے نو بائزید ثانی تک سلطان تھے اور یقیناً
 سلیم اول سے لے کر عبدالحمید ثانی تک سلطنت کے ساتھ خلافت کے منصب
 سے بھی ممتاز تھے۔

آل عثمان کا یہ کل زمانہ دو دور میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ دورِ ترقی اور
 دورِ زوال۔ غازی عثمان کے استقلال یعنی ۱۲۸۰ھ سے لے کر سلیمان اعظم کی

وفات یعنی ۹۷۴ھ تک دور ترقی رہا۔ جس میں یہ سلطنت قوت، شوکت اور مقبوضات کی وسعت کے لحاظ سے برابر بڑھتی رہی۔ اسکے بعد سے آج تک دور زوال ہے۔ جس میں سلسلہ دار اس کے حصے نکلنے چاہے ہیں۔

عین عروج کے زمانے میں بایزید ایلدرم کے عہد تک جبکہ وہ فتوحات کر رہا تھا ۸۰۳ھ میں تیمور لنگ کے ناگہانی حملے سے اس سلطنت کو ایک کاری زخم لگا تھا مگر چونکہ اس وقت اقبال کا دور تھا۔ اور ترکوں کے فاتحانہ جذبات جوش پر تھے۔ اس لئے بہت جلد مندرل ہو گیا۔

جس وقت آل عثمان نے اپنی سلطنت قائم کی۔ اس وقت **سلطنت** اتاریوں کے حملے سے بغداد کی عباسی خلافت کا چراغ گل

ہو چکا تھا اور جملہ اسلامی مشرقی ریاستیں ان کی تاخت و تاراج سے نیم جاں ہو گئی تھیں خود ایشیائے کوچک میں سلجوقی سلطنت کو بھی انہوں نے فنا کر ڈالا تھا۔ جس کے کھنڈر پر طوائف الملوک کی حالت میں چند چھوٹی چھوٹی امارتیں رہ گئی تھیں جو باہمی جنگ و جدال میں فنا کے ساحل سے آگئی تھیں۔ آل عثمان نے اپنی شجاعت اور فرزانیگی سے انہیں متفرق ریاستوں سے ایک زبرست سلطنت تعمیر کی جس سے اسلام کا گیا ہوا جلال پھر جلوہ گر ہوا۔ انہوں نے عالی حوصلگی سے مقبوضات کا دائرہ یہاں تک وسیع کیا کہ یورپ میں داخل ہو گئے اور رفتہ رفتہ بلقان کے اکثر حصے پر قبضہ کر لیا۔ سلطان محمد ثانی نے

قسطنطنیہ کو بھی فتح کیا جو اسلام کی ایک پرانی آرزو تھی۔ اور سلطان سلیم نے
 شام اور مصر کو جس سے حرین شریفین بلکہ سارا عرب عثمانی قلمرو میں آگیا۔ اس
 کے بعد سلیمان اعظم وسطیہ میں دیانا کی فصیح گفت بھنگیا۔ دوسری طرف افریقہ
 میں الجزائر بلکہ مراکش بھی ہلالی پرچم کے نیچے آگیا۔ اور عثمانی سلطنت نہ صرف
 اپنی بری اور بحری قوت بلکہ وسعت کے لحاظ سے بھی اپنے زمانے کی سب سے
 بڑی سلطنت ہو گئی جس کے حدود بوداپست سے دریائے نیل تک اور
 فرات سے جبل الطارق تک پھیلے ہوئے تھے۔ شاہان یورپ اس زمانے
 میں بچکے سلطان کے اسکے صدر اعظم کو مخاطب کرتے تھے۔ اور اپنی مشکلات
 میں امداد کے طالب ہوتے تھے۔ ۱۵۸۳ء مطابق ۹۹۰ھ میں جب ہسپانیہ
 کا گریٹ آرمیڈا انگلستان پر حملہ کی تیاری کر رہا تھا بلکہ ایلزبیتھ نے مشرہیر
 کو سفارت پر قسطنطنیہ بھیجا۔ اور مراد ثالث کے وزیر محمد پاشا صقلی سے ان
 کی تھوڑے کفار کے مقابلے میں مدد چاہی۔ مگر اس وقت جنگ ایران کی مصروفیت
 کے باعث امداد دی جاسکی۔ سلیمان اعظم کے عہد میں شاہ فرانس فرانسس
 اول نے شارلکان شہنشاہ جرمنی و آسٹریلیا کے مقابلے میں دوبارہ امداد
 کی درخواست کی اور دونوں مرتبہ بری اور بحری فوجوں سے اسکی مدد کی گئی
 ۹۲۲ھ میں اسلامی خلافت عباسیوں سے آل عثمان کو ملی
 خلافت ترک چونکہ حنفی المذہب تھے۔ اس وجہ سے حنفیہ نے باجموع

ان کی خلافت کو تسلیم کیا اور جا بجا ملکوں میں ان کے ناموں کے خطبے پڑھے
 جلنے لگے۔ لیکن مالکیہ بوجہ عدم قرشیت کے ایک مدت تک ان کی خلافت
 کے قائل نہ ہوئے۔

آل عثمان کو خلافت چونکہ فتح مصر سے ملی تھی۔ اس لئے بالطبع وہ اپنے
 اس رتبہ سلطنت کو جس کی بدولت انہوں نے مصر کی سلطنت اور خلافت
 دونوں کو حاصل کیا تھا۔ ہمیشہ اہم سمجھتے رہے۔ لیکن خلافت کی تدریجی وقعت ان
 کی نگاہ میں تھی۔ چنانچہ سلطان محمود نے ۱۲۲۱ھ میں انکساریہ کی بغاوت
 کے موقع پر غلم بنوی نکال کر اس کی روحانی قوت سے بھی کام لیا۔ مگر انہوں
 نے شروع سے آخر تک بیکر حرین شریفین کے خادم اور جزیرہ عرب کے محافظ
 ہونے کے جو ان کی سلطنت کا ایک جزو تھا۔ فرائض خلافت کا خیال نہ رکھا
 نہ عالم اسلامی کی کوئی دینی یا دماغی رہبری کی۔ نہ ان کی وحدت کا کوئی ذریعہ
 تلاش کیا گیا۔ یہاں تک کہ حج جس میں اقصیٰ عالم کے مسلمان آکر شریک
 ہوتے ہیں اس میں بھی وہ کبھی نہیں آئے۔ آخری زمانے میں سید جمال الدین افغانی
 کے اثر سے عبدالحمید ثانی نے اتحاد ملت کی طرف توجہ کی تھی۔ اور حجاز ربیع
 کو اہد کی مشترکہ ملکیت قرار دے کر عالم اسلامی میں ترکی خلیفہ اور خلافت کا
 احساں پھیلایا تھا کہ اس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد انقلابات رونما ہوئے اور
 ۱۳۲۲ھ میں جمہوریہ ترکی نے خلافت ہی کا الغار کر دیا۔ جس سے یہ منصب معہ

اپنے عظیم الشان فوائد کے نہ صرف ترکوں بلکہ جملہ مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔
 آل عثمان میں اگرچہ شرع سے یہ دستور تھا کہ خاندان کا بڑا شخص

ولیعہدی

سلطنت کا متولی ہو۔ لیکن پھر بھی اکثر تخت نشینی کے وقت دوسرے
 بھائیوں کی طرف سے نزاعیں برپا ہوتی رہیں۔ اس وجہ سے جب ایک بھائی تخت
 نشین ہوتا تو اپنے دوسرے بھائیوں کو قتل کر دیتا۔ چنانچہ بایزید اول نے اپنے
 بھائی یعقوب کو علماء سے فتوے لے کر اور سلیم اول نے اپنے دوسرے دونوں
 بھائیوں احمد اور کرکود کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔ مراد ثالث نے اپنے پانچوں بھائیوں
 کو قتل کیا اور اسکے بیٹے محمد ثالث نے ۱۹ بھائیوں کو جو سب کے سب مراد
 کے ساتھ ہی دفن کئے گئے۔

آخر میں یہ صورت اختیار کی گئی کہ محروم شہزادے محلات کے اندر نظر
 بند رکھے جانے لگے۔ تاکہ کوئی خطرہ بھی نہ پے اور خون تاحی بھی نہ پے۔

ہمات سلطنت میں سلطان فرمانروا کے مطلق تھا جس
 کی اطاعت لازمی تھی۔ اور بشرط رعایت نصوص قرآن

نظام مملکت

اس کو رعایا کے جان و مال اور ملک کے سیاہ و سفید پر کئی اختیارات حاصل تھے۔
 حکومت کے سب سے بڑے دو عہدہ دار تھے ایک صدر اعظم جو امور ملکی و

نوجی کا کفیل ہوتا تھا۔ دوسرا شیخ الاسلام جو شرع شریف کا نمائندہ سمجھا جاتا تھا
 صدر اعظم کے ماتحت جملہ وزراء اور ملکی دفاتر تھے۔ اور شیخ الاسلام کی نگرانی میں

جملہ قضاہ اور محکمہ جہات شرعیہ، علاوہ مذہبی امور کے جہات سلطنت مثلاً اعلان جنگ، معاہدہ صلح، عزل و نصب سلاطین وغیرہ میں بھی شیخ الاسلام کو دخل تھا۔ فریق علماء یعنی رجال شرع میں سے دو شخص خاص امتیاز رکھتے تھے ایک قاضی عسکر و دم ایلی، دوسرا قاضی عسکر اناطولیہ۔ یہ دونوں جنگ و سفر میں سلطان کے ہمراہ ہوتے تھے، تاکہ توجہ میں کوئی اختلاف ہو تو رفع کریں۔ انہیں میں سے کوئی شیخ الاسلامی کے منصب پر آیا کرتا تھا۔

سلطان اگرچہ شیخ الاسلام کو برطرف کر سکتا تھا، لیکن حرمت شرع کی وجہ سے اس کو سزا دینے کا مجاز نہ تھا۔ نہ اس کے فتوے کی مخالفت کا اختیار رکھتا تھا۔ چنانچہ سلیم اول نے جو اپنے عقیدہ اور عزم دونوں میں بہت سخت تھا، عثمانی قلمرو میں شیعوں کے استیصال کے بعد یہ ارادہ کیا کہ مشرکوں، کافروں، یہودیوں اور عیسائیوں کو بھی قتل کر کے ان کے معبدوں اور کنیسوں کو مسجد بنائے تاکہ ملک میں صرف ایک ہی مذہب رہ جائے۔ مشورۃً ایک دن شیخ جمالی مفتی اعظم سے پوچھا کہ دنیا کو فتح کرنا بہتر ہے یا قوموں کو مسلمان بنانا؟ شیخ مذکور نے جواب دیا کہ مسلمان بنانے میں زیادہ ثواب ہے۔ سلیم نے اس کے بعد صدر اعظم کو حکم بھیج دیا کہ سلطنت کے ہر گوشے میں اعلان کر دیا جائے کہ جو اسلام نہ لائے گا قتل کر دیا جائے گا۔

اس سخت اعلان سے صدر اعظم کو تردد ہوا۔ اس نے شیخ جمالی سے کہا

کہ سلطان نے اس میں تمہارے قول سے سندی ہے۔ شیخ مذکور آستانہ کے بطریق
کو لے کر سلطان کے پاس جو اس وقت ادرہ میں تھا پہنچے۔ اور وہ عہد نامے پیش
کرائے جو قسطنطنیہ کی فتح کے بعد سلطان محمد نے نصاریٰ کے ساتھ کئے تھے پھر

قرآن کا حکم سنایا کہ اہل کتاب سے جزیہ لے کر مذہب میں آزاد چھوڑ دینا چاہیے
سلیم کو مجبور ہو کر اپنا حکم واپس لینا پڑا۔

داخلی نظم و نسق کے دفتر کو دیوان دولت کہتے تھے۔ اس میں پہلے تین ڈیرے
ہوتے تھے۔ لیکن احمد ثالث نے ان میں مناسبت دیکھ کر جس کی وجہ سے اکثر
کاموں میں ابتری واقع ہو جاتی تھی ان کی تعداد آٹھ کر دی۔ اومان کا رئیس صدر
اعظم کو بنا دیا۔ انہیں کی مشاورت سے بہات سلطنت طے پاتے تھے۔ اور ماتحت
دفاتر نیز سلطنت کے صوبوں اور ولایتوں کے حکام و عمال کی نگرانی بھی انہیں
کے ذمہ تھی۔

بحری فوجیں قیودان دریہ کے ماتحت ہوتی تھیں۔ اور بری صدر اعظم
کے ان افواج کی تربیت اور تنظیم میں ترک اپنے دور ترقی میں دیگر اقوام عالم سے
فائق تھے۔

یہ ارکان دفاتر حکام ولایات۔ جاگیرداران و امراء فوج بلکہ بالعموم مسلمان
سلطنت دولت کی فراوانی سے رسیانہ بلکہ شاہانہ عیش و آرام کے ساتھ زندگی
گزارتے تھے۔ چونکہ غلامی کا بھی رواج تھا۔ اس وجہ سے ان کے گھروں میں

غلاموں اور کینیزوں کی بھی اچھی خاصی تعداد تھی۔

اصلی اور غوز ترک جو اوطغرل اور دذندار کے ساتھ اردن میں
ترک آئے تھے۔ ان کی تعداد دو ہزار نفوس سے زیادہ نہ تھی لیکن رفتہ رفتہ
 دیگر قبائل جو سلجوقی عہد میں وسط ایشیا سے گئے تھے۔ ان کے ساتھ شامل ہوتے
 گئے۔ اور پھر ان کی سلطنت کے عروج کے ساتھ ساتھ دیگر مفتوحہ قومیں رومی و
 صقلابی وغیرہ کثیر تعداد میں اسلام لائی گئیں۔ جو سب کے سب ترک بولنے والے
 لگے اور یہ لفظ مسلمانان سلطنت ترکی کے مراد ہوا گیا۔ جن میں مختلف قومیں
 شامل تھیں۔

ترکوں نے اسلام اور اس کے شعار کا ہمیشہ احترام رکھا۔ یہ ان
اسلام کے لیے ریا اور مخلصانہ اسلام کا اثر ہوا کہ مفتوحہ قومیں جن کو پوری
 مذہبی آزادی تھی اپنے دلی شوق سے اسلام قبول کرنے لگیں۔ سر بیا۔ بلخاریا۔ رمانیہ
 اور یونان، خاص کر البانیا میں بلا جبر واکراہ بے شمار عیسائی اسلام کے حلقہ بگوش
 ہوئے۔ انکشاری فوج جس میں وہ نصرانی نوجوان لئے جلتے تھے جو مسلمان
 ہو جاتے تھے ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی۔ اور بلقان کے عیسائی روئے
 اپنے اپنے بیڑوں کو خوشی سے لاکر خود اس میں بھرتی کراتے تھے۔

ترک بالعموم مجاہد اور سرفروش ہونے کے ساتھ ساتھ دینی عقائد کے
 پختے اور عبادت کے پابند تھے۔ اور اپنی خانگی زندگی۔ روزمرہ کے معاملات اور

اخلاق میں خالص مسلمانان میں بخلات دیگر اقوام کے باہمی محبت اور اخوت بھی زیادہ تھی۔

ترک سلطان اور رعایا ہمیشہ سے ایک مذہب حنفی کے پابند ہے۔ اس وجہ سے ان میں اختلافی جھگڑے بہت کم پیدا ہوتے تھے۔ ان کو بھی شیخ الاسلام طے کر دیتا تھا۔ لیکن ان کو تصوف کے ساتھ بھی عقیدت تھی۔ اور پیری و مریدی کا سلسلہ بھی رائج تھا جس کے باعث فتنوں کا ظہور ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہوئی کہ جمہوریہ ترکیہ نے تمام زوایا اور تکیے بند کر دیئے۔

سلاطین آل عثمان میں سے سلیم اول مذہب حنفی کا سب سے بڑا علمبردار تھا جس کی خواہش یہ تھی کہ اسکے قلمرو میں بجز اسکے کوئی دوسرا مذہب نہ رہے۔

ترکوں کے اوصاف میں جہاں شجاعت سب سے نمایاں وصف **راواداری** ہے جس کو ان کے دوست دشمن تسلیم کرتے ہیں۔ وہاں ان

کی رواداری کی صفت بھی اقوام عالم میں بے نظیر ہے۔ انھوں نے ہمیشہ غیر جنس اور کمزوروں کے ساتھ عدل و رحم کا برتاؤ کیا۔ اور کبھی ان کے مذہب میں نہ است اندازی نہیں کی۔ یورپ کی عیسائی سلطنتوں میں یہودی مقہور و مظلوم رہتے تھے

لیکن ترکوں کے سائے میں ان کو امن اور آرام نصیب ہوتا تھا۔ سلطان محمد نے قسطنطنیہ کے بطریق کے عہدے اور عیسائیوں کے حقوق کو محفوظ کر دیا جس کی وجہ سے رومی جو وہاں سے بھاگ گئے تھے پھر واپس آکر آسائش

سے رہنے لگے۔

مراد ثانی کے مقابلے میں جب صلیبی لشکر ہونیا کی قیادت میں جو کیتھولک
تھیامیدان تو صوفہ میں صفت آوار تھا۔ اس وقت اسکے ساتھی شاہ سر بیلنے
اس سے پوچھا کہ اگر تم کو فتح حاصل ہوگی تو کیا کر دے گے؟ اس نے کہا کہ سب کو
کیتھولک بنا کر چھوڑ دوں گا۔ لیکن جب یہی سوال سر بیلنے مراد کے پاس بھیجا
تو اس نے جواب میں لکھا کہ میں اگر کامیاب ہوا تو ہر مسجد کے پہلو میں ایک کنیہ
بنوادوں گا تاکہ جس کا جی چاہے مسجد میں آئے جس کا جی چاہے کنیہ میں جائے
اس پر شاہ موصوف نے جو یونانی چرچ کا تابع تھا۔ متعصب کیتھولک ہونیا
کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جس کی وجہ سے صلیبیوں کو شکست اٹھانی پڑی۔

ایک بار عثمانی مفتی سے کسی نے سوال کیا کہ دس مسلمان ایک یہودی
یا عیسائی ذمی کے قتل میں شریک ہوں تو کیا وہ سب کے سب قصاص میں
مائے جائیں گے۔ مفتی نے جواب دیا کہ بیشک دس نہیں ایک ہزار بھی۔

ان رواداروں کی وجہ سے باوجود بیرونی سلطنتوں کی ریشہ دوانیوں
کے بھی غیر مسلم خاص کر ان عیسائیوں کے ذلوں میں جن کو ترکوں سے واسطہ پڑا
تھا۔ ترکوں کی عظمت اور وقعت تھی۔ چنانچہ عبدالحمید ثانی کے آغاز جلوس ۱۸۷۸ء
میں جب لٹیسوں نے دولت علیہ کے خلاف جنگ شروع کی، اس وقت ہنگری
کے عیسائیوں نے جو ایک مدت سے عثمانی سلطنت سے مطلقاً آزاد تھے اپنے

اخلاص کا اس طرح اظہار کیا کہ ایک فذیح کرم صرع تلوار عبدالکریم پاشا کی خدمت میں پیش کی جو روس کے مقابلے کے لئے ماہور ہوا تھا۔

عثمانی ترکی چغتائی ترکی کی ایک شاخ ہے۔ سلطنت عثمانی

ترکی ادب

کے قیام سے پیشتر اس میں کوئی تصنیف و تالیف نہ تھی۔ چونکہ ترک سلجوقی سلطنت کے دارالشہادتے جن کا علم ادب فارسی تھا۔ اس لئے ترکی ادب کی بھی بنیاد فارسی ادب ہی پر پڑی۔ اور مذہبی علوم برادر است عربی سے اخذ کئے گئے۔ اس وجہ سے عثمانی ترکی میں فارسی اور فارسی سے زیادہ عربی کے الفاظ کی کثرت ہو گئی۔

نویں صدی ہجری کے وسط میں جب سلطان حسین دانی ہرات کے وزیر امیر علی شیر زوانی کا ترکی دیوان قسطنطنیہ میں پہنچا۔ اس وقت سلطان محمد فاتح کے وزیر احمد پاشا نے جو ادب کے ذوق رکھتا تھا ترکی میں شعر گوئی شروع کی جس کی وجہ سے نہ صرف عوام بلکہ خود سلطان کو بھی اس سے دلچسپی ہو گئی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ ترکوں میں شعر کا رواج بڑھتا گیا۔ اور بڑے بڑے شعراء مثلاً ابن کمال، فضولی، نابی، ندیم اور غالب وغیرہ پیدا ہوئے۔ جنہوں نے غزل، قصیدہ اور مثنوی میں نام پایا۔ خود بعض سلاطین آل عثمان بھی شعر کہتے تھے جس میں سلیم اول اور مراد ثالث خاص طور پر مشہور ہوئے۔

لیکن ترکوں کی یہ شاعری نہ صرف وزن بحر بلکہ معنی اور روح کے لحاظ سے

بھی قدیم فارسی شاعری کے مشابہ تھی جس کے تمام رشتے حیات اور عمل سے منقطع ہو چکے تھے۔ آخری دور میں جب مغربی خیالات کے اثر سے ترکی میں نئی ذہنیت پیدا ہوئی تو ان کی شاعری نے بھی نیا رنگ بدلا جس کے علمبردار نابوق کمال حامد، توفیق فکر ت اور محمد عاکف وغیرہ ہیں۔ ان لوگوں نے حسن و عشق اور ہجر و وصل کے انسانی چھوڑ کر اثبات زندگی اور ذوق عمل کے نغمے گائے اور عقل و تدبیر کی تحقیر اور توکل و تقدیر کی غلط تعبیر جو گوشت گیر اور زادیہ نشین متصوفین کے اثر سے دلوں میں جاگزیں ہو گئی تھی دور کر کے اہل عقل سے فکر اور سعی پیہم کے جذبات اکھاڑے۔

ترکی میں بھی فارسی کی طرح نظم نے ترکی بہ نسبت زیادہ ترقی پائی۔ ترکی پہلی کتاب انوار سہیلی کا ترجمہ ہے جو محمد فاتح کے عہد میں لکھا گیا۔ اسکے بعد دینیات، تاریخ اور ادب میں زیادہ کتابیں لکھی گئیں۔ اور دیگر علوم و فنون میں کم۔

ترکی میں پہلا مطبع وزیر اعظم ابراہیم پاشا نے جو قدیم شاعر کا ممدوح تھا، قائم کیا جس میں ترکی کی پہلی مطبوعہ کتاب ترجمہ قاموس ۱۷۲۸ء میں شائع کی گئی۔

عثمانی ترکی جب سے کتابت میں آئی۔ اسی وقت سے عربی حروف میں لکھی جاتی تھی، سال گزشتہ سے جمہوریہ ترکیہ نے اس کو لاطینی حروف میں کر دیا ہے

ترکوں میں بھی دوسری مسلمان قوموں کی طرح بجز ذات شاہانی
انقلاب کے کوئی ادارہ سیاسی نہیں تھا۔ یوزپ میں انقلاب فرانس کے
 بعد چہ چہ میں آزادی کے خیالات پھیل گئے تھے۔ جن سے عثمانی عیسائی رعایا
 بھی متاثر ہوئی اور اپنی آزادی کے لئے مختلف طریقوں سے جدوجہد کرنے
 لگی۔ اور آخر کار کامیاب ہو کر رہی۔ مگر ترکی طبائع پر اس انقلاب کا بہت
 کم اثر پڑا۔

سب سے پہلا شخص جس نے ترکوں میں حریت کا احساس پیدا کیا،
 مدحت پاشا تھا۔ جس کی کوششوں سے عبدالحمید ثانی نے ابتداء جوس میں
 دستوری حکومت کا اعلان کیا تھا۔ مگر یہ احساس اس قدر کم زور تھا کہ سلطان
 نے دستور کو توڑ کر مدحت پاشا کو طائف میں نظر بند کر دیا۔ اور اسرار
 ترکوں کو ملک بدر کرنے لگا۔ اور کوئی بغاوت رونما نہ ہوئی۔

لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ حریت کے شعلے بھڑکے اور عبدالحمید کی
 سختیوں نے جو اس نے دستور کے حامیوں پر کیں اس آگ پر تیل کا کام
 دیا۔ چنانچہ جمعیۃ اتحاد و ترقی نے جس کے سرگرم ارکان نیازی
 بک، الوز بک اور محمود شوکت پاشا جیسے لوگ تھے ۱۳۲۸ھ میں
 قوت کے ساتھ دستوری حکومت حاصل کر لی۔ اور پھر سلطان نے ذرا سی
 مخالفت کی تو اس کو تخت سے اتار کر سلاطینک میں بند کر دیا۔ اور

اب تو جنگ عمومی کے بعد سے مصطفیٰ کمال پاشا نے اس کو کارل
جمہوری کر دیا ہے۔

—*—

اسباب زوال

ترکوں کی جس طرح ترقی بتدریج ہوئی۔ اسی طرح ان کا تنزل بھی رفتہ رفتہ ہوا۔ اور یہ قِلکَ الْاَیَّامُ فُتْدَاوِلْہَا بَیْنَ النَّاسِ کَافِطْرِی قَانُون ہے جو اٹل ہے۔ خاص کر شخصی اور استبدادی حکومتوں کا زوال۔ جن میں لازمی طور پر نقائص موجود رہتے ہیں۔ ہم اس جگہ مختصراً ترکوں کے اسباب زوال لکھتے ہیں۔

ترکی قوم ایک سپاہی اور شجاع قوم ہے۔ اس نے ملک داری میں ہمیشہ دماغی تدبیر اور انتظامی ادارہ کی بنسبت اپنی بہادری و سپہگری پر زیادہ اعتماد رکھا۔ اس سے وجہ سے اپنی مفتوحہ اقوام سے نہ خود زیادہ نفع اٹھاسکے نہ ان کو زیادہ نفع پہنچاسکے۔ غیر مسلم اقوام کے علاوہ خود مسلمان قومیں جو ان کے قبضہ میں آئیں ان کی بھی عنایت اور عصبیت کو یہ اپنے ساتھ متحد یا موافق نہ کر سکے۔

حضرت عمرؓ نے باوجود صحابہ کی کوششوں کے عراق اور مصر کی سرزمینوں کو فوج میں نہیں تقسیم ہونے دیا بلکہ براہ راست خلافت کا محکوم رکھا جس کی وجہ سے زیادہ عرصہ نہ گزر سنے پایا کہ ان مقامات کے باشندوں کی قومی عصبیت قتا ہوگئی۔ اور وہ اسلامی قوت کا جزد بن گئے۔ مگر ترکوں نے اپنی مفتوحہ قوموں کے علاقے سپاہیوں میں بانٹ دیئے۔ ان جاہل افاؤل کے مظالم سے ان اقوام میں حکومت کی ہمدردی نہ پیدا ہو سکی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت میں جس قدر ضعف آتا گیا۔ اسی قدر ان میں اپنی جنسیت کا احساس اور آزادی کا خیال بڑھتا گیا۔ چنانچہ عبدالحمید اول کے عہد ۱۲۰۱ھ میں جب روس اور آسٹریا نے دولت علیہ پر چڑھائی کی اس وقت بلقان کے بہت سے اصلی باشندے جا کر ترکوں کے خلاف جنگ میں شامل ہو گئے۔ اور لڑائی ہونے پر واپس چلے آئے جاگیرداروں نے بوجہ باغی ہونے کے ان پر سختیاں شروع کیں۔ جس کی وجہ سے ایک فتنہ برپا ہو گیا۔ آخر میں باب عالی نے عفو عام کا اعلان کر دیا۔ اور سپاہیوں کے ہاتھ سے ان کی زمینیں بحال لیں۔ اس پر انکشاریہ نے بغاوت کر دی۔ باہنداد فلی نے کوشش کر کے پھر وہ علاقے ان کو دلا دیئے۔ انہوں نے پھر وہی مظالم شروع کر دیئے۔ اب اصلی باشندے جو جنگ دیکھار سے واقف ہو چکے تھے۔ مقابلے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے سر بیبا کے امیر ریش پتردیش کی قیادت میں حزب وطنی قائم کی اور سلسلہ وار جدوجہد کرنے لگے۔ یہاں تک کہ

آخر میں استقلال حاصل کر کے ہے۔

(۲) ترکی و دربار اور امرار کی خیانت جنہوں نے نازک سے نازک موقعوں پر دشمنوں سے دشواریاں لے کر فتوحات کو شکستوں میں بدل دیا اور ملک اور قوم کو عظیم الشان نقصانات پہنچائے۔

دولت علیہ کاتب بڑا اور خطرناک دشمن روس تھا۔ خاص کر اس کا شہنشاہ پیر اعظم جس نے قسطنطنیہ پر قبضہ کرنا روس کے لاسٹ عمل میں داخل کر لیا تھا سلطان احمد ثالث کے عہد میں جب اس نے عثمانی عدالت پر شکریہ کی اس وقت محمد پاشا صدر اعظم نے جو دو لاکھ فوج لے کر اس کے مقابلے کے لئے گیا تھا دریائے بروٹ کے متصل اس کو مع اس کی مجبورہ ملکہ کیتھرائٹ کے ایک قلعہ میں محصور کر لیا۔ اس موقع پر اگر دیانت اور صبر سے کام لے کر اس نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا ہوتا تو ترکوں کی بہت سی مصیبتوں کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن ملکہ مذکورہ اپنے زیورات اور جواہر اس کے پاس بھیج دیئے جس کی وجہ سے اس نے محاصرہ اٹھالیا اور یہ معاہدہ لے کر کہ روس فورا ان کے معاملے میں درست انداز میں نہ کہے گا واپس چلا آیا۔

سلطان عبدالحمید کے عہد میں جب محمد علی پاشا خدیو مصر کے بیٹے ابراہیم پاشا نے ترکوں کو نصیب میں زیر دست شکست دیدی جس سے یہ خطرہ ہو گیا کہ وہ نہ صرف اناطولیہ بلکہ قسطنطنیہ پر بھی قبضہ کر لے گا۔ اس وقت احمد پاشا قیودان

نے سارا ترکی بیڑہ اسکندریہ میں لا کر خدیوہ کو ریکے حوالے کر دیا۔ اگر انگلستان بیچ میں نہ آ پڑتا تو محمد علی قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیتا۔ اور ترکی سلطنت صفحہ وجود سے مٹ جاتی۔

عبدالحمید ثانی کے عہد میں انگریزوں کو شش میں تھے کہ جزیرہ قبرص لے لیں سلطان کی طرح اس کے لئے تیار نہ تھا ۱۸۷۸ء میں صفوت پاشا نے صدارت پر آتے ہی جزیرہ مذکورہ انگریزوں کے سپرد کر دیا۔ اور سلطان سے کہہ دیا کہ یہ برلن کانفرنس میں ہماری مدد کریں گے۔

یہ اور اسی قسم کے واقعات ترکی تاریخ میں اور بھی ہیں۔ بعض مورخین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ روس کی اکثر فتوحات دولت علیہ پر زور کی بدولت ہوئیں نہ کہ زور کی۔

(۳) دور انحطاط میں بجز چند سلاطین مراد البع، سلیم ثالث، محمود ثانی عبدالحمید ثانی اور بجز چند وزراء جیسے خاندان کوپرلی وغیرہ کے عام طور پر عثمانی سلاطین، ان کے وزراء، امراء اور ارکان دولت سیاست اور ملک داری میں نااہل تھے جو نہ خارجی تعلقات کو ٹھیک رکھ سکے نہ داخلی انتظام کو جس کے باعث روز بروز فوجی اور اقتصادی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی یہاں تک کہ سلطنت عثمانیہ کو مرو بہیار کا خطاب دیا گیا۔ جس کی ہلاکت میں بہت کم مدبرین کو شبہ تھا۔

دوسری طرف اس کے حریف یورپ نے دور جہالت و تہمت سے نکل کر علم اور وحدت قومی کی طرف قدم بڑھایا۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کر کے ترکوں کو پیہم شکستیں دینے لگا۔ یہاں تک کہ ترکی سلطنت کے حصے سجزے کرنے کے لئے منصوبے باندھ لئے اور رفتہ رفتہ یکے بعد دیگرے عثمانی مقروضات کو نکالنا شروع کیا۔ جس کے باعث سچے اسکے کہ ترکی سلیمان اعظم کے عہد میں سے برسی طاقت تھی اب گھٹے گھٹے ایک معمولی سلطنت رہ گئی۔

وہ بڑھ کے بدر ہوتے گھٹے کے ہم ہلان ہوئے

(۴) ترکوں اور بالخصوص ان کے علماء میں تقلید اور قدامت پرستی زیادہ تھی اور حریت اور وسعت نظر کم تھی۔ اس وجہ سے اکثر انھوں نے جدید اصلاحات کی مخالفت کی۔ اور مذہب کے نام سے مفید دنیاوی علوم و فنون کو روکتے رہے۔ سلیم ثالث نے ۱۲۰۶ھ میں جب جدید مغربی طرز کی فوجیں تیار کرنی شروع کیں اور خاص کوئی اور جزیرہ مکیلی میں ان کی تسلیم کے لئے حربی مدارس کھولے تو حریت پسندوں نے قیامت برپا کر دی اور یہی نہیں کہ ان اصلاحات کے حامی وزراء کو قتل کر ڈالا۔ بلکہ خود سلیم کو تخت سے اتار دیا کیونکہ طوبال عطاء اللہ آفندی شیخ الاسلام نے جدید فوجی لباس کو شریعت کے خلاف قرار دیا۔

دوبارہ سلطان محمود نے جب پھر اصلاحات شروع کیں تو پھر ایشیا کے مقابلے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ مجبور ہو کر سلطان نے ایشیائی فوج کے توڑ دینے

کا فیصلہ کر لیا۔ مگر اس میں کامیابی اس وقت ہو سکی جب آئی میاں میں ان کی چالیس ہزار لاشوں کے لاشے لگا دیئے گئے۔

یورپ میں جا بجا مطابح قائم ہو چکے تھے اور علوم و فنون کا سیلاب رواں تھا۔ لیکن ترکی میں ایک مدت کے بعد احمد ثالث کے عہد ۱۱۴۵ھ میں پہلا مطبع قائم ہوا اس پر بھی تھمر لینے کے خطرے سے مفتی اعظم نے قرآن نہ چھپنے کی قید لگا دی۔

اسی جمود کا یہ رد عمل ہے کہ جمہوریہ ترکیہ نے اب ہر بات میں مغرب کی تقلید شروع کی ہے۔ یہاں تک کہ جلد باثردوں کے لئے مغربی لباس کو بھی لازم کر دیا ہے۔ ترکی زبان بھی حکماً لاطینی حروف میں منتقل کر دی ہے۔ اور مشرقیت سے اپنے سارے رشتے توڑ رہے ہیں۔ تاکہ وہ قدیمی ذہنیت بالکل بدل جائے۔ لیکن اصل چیز جس نے یورپ کو یورپ بنایا ہے سائنس ہے جب تک ہم اس کو قابو میں نہ لائیں گے۔ ان تبدیلیوں سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ بعض پرانے خیال کے مسلمان ترکوں کے مغربی تہذیب اختیار کرنے کی وجہ سے یہ کہنے لگے ہیں کہ وہ اسلام سے بیزار ہو گئے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام مشرقی یا مغربی کسی تہذیب میں مقید نہیں اور وہ جمہور قومی یا مقامی خصوصیات اور اوضاع سے بالاتر ہے۔ اس کا تعلق قلب و عمل کے ساتھ ہے۔ اگر نوجوان ترکوں کا یہ بیان صحیح ہے کہ وہ قرآن کریم

کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں تو پھر ایسی کی کوئی وجہ نہیں بلکہ ممکن ہے کہ ان کا
یہ زوال جس میں جمہوریت پیدا ہوئی ہے۔ اکیسے دور اقبال کا دیباچہ ہو۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

انسان

نے

کیا سوچا؟

از پرویز

فکراتِ انسانی کی آج تک کی تاریخ کہ اس نے اپنی مشکلات و مسائل کو

حل کرنے کے لئے آج تک کیا سوچا؟

محترم پرویز صاحب کی بلند پایہ تصنیف

سائز $\frac{22 \times 29}{8}$ ضخامت ۳۶۸ صفحات قیمت ادس روپے

ناظم ادا سٹراٹوج اسلام کراچی

نظام ربوبیت

از: پردیز

انسان کے معاشی مسائل کا قرآنی حل اور ذاتی ملکیت کا قرآنی
تصور۔ دورِ حاضرہ کی عظیم کتاب
بڑا سا نثر ضخامت تین سو صفحات

قیمت

قسم اول مجلد چھ روپے

قسم دوم غیر مجلد چار روپے

ملنے کا پتہ: ناظم ادارہ طلوع اسلام

۱۵۹/۳۔ ایل (پی۔ ای۔ سی ہاؤسنگ سوسائٹی) کراچی ۷۴

مطبوعہ: ایچ این پریس کراچی

تاریخ الامت

جلد ہفتم

آل عثمان

علامہ محمد اہم صاحب حیرا چوٹی

شائع کردہ

ادارہ طلوع اسلام کراچی